UNIVERSAL
LIBRARY
OU_188907
UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ٨٩١٥٨٢ Accession No.

Author

Title

This book should be returned on or before the date last marked below.

جاہ و جلال

مترجمہ صوفی غلام مصطفےٰ تبسّم ایم۔ اے
لکچرار گورنمنٹ کالج لاہور

۱۸//

قیمت ایک روپیہ ۸/

اس کھیل کو اُردو میں سٹیج کرنے کے لئے گورنمنٹ کالج ڈرامیٹک کلب کے پریزیڈنٹ کی معرفت یا براہ راست مصنّف کے ایجنٹ مسٹر ایرک گلاس مقیم لنڈن سے اجازت طلب کرنا ضروری ہے،

تعداد ۴۷۵

عرض حال

عرصے سے میری زبردست خواہش تھی کہ گورنمنٹ کالج کی ڈرامیٹک کلب کے زیر اہتمام یورپین ڈراموں کے ہندوستانی تراجم کا ایک سلسلہ شائع کیا جائے۔ اس سلسلے کی اشاعت کا مقصد یہ تھا کہ :-

(۱) ہندوستانی زبان میں ایسے ڈرامے مہیّا کئے جائیں جو کالجوں اور یونیورسٹی کلبوں میں کھیلے جاسکیں۔

(۲) جو لوگ یورپین ادب کی کتابوں کو اصل زبان میں نہیں پڑھ سکتے۔ انہیں ہندوستانی زبان میں پڑھنے کا موقع ملے۔

(۳) ہندوستانی ڈرامہ نگار عہد حاضر کے جدید ڈرامائی عناصر اور فنی ضابطہ سے روشناس ہوسکیں۔

مَیں صوفی غلام مصطفےٰ صاحب تبسّم کا ممنون ہوں کہ انہوں نے نہایت شوق اور محنت سے میری اس خواہش کو عملی جامہ پہنا کر اس کام کی ابتدا کی ہے۔

جاہ و جلال مشہور و معروف چیک ڈرامہ نگار کیرل چپیک کی کتاب "POWER and GLORY" کا ترجمہ ہے۔ اور اس سلسلہ تراجم کی پہلی کڑی ہے۔ یہ کتاب اس لئے انتخاب کی گئی ہے۔ کہ یہ ڈرامہ نہایت پُر زور ہے، ایک مشہور و معروف ڈرامہ نگار کا لکھا ہوا

ہے اور اس کا موضوع حالات حاضرہ کے مطابق ہے۔

صوفی غلام مصطفےٰ صاحب نے اس ڈرامے کا ترجمہ بڑی خوش اسلوبی سے کیا ہے۔ صوفی صاحب اردو زبان کے ایک اچھے ادیب اور شاعر ہیں اس کتاب کے ترجمے سے انہوں نے ایک ادبی خدمت سرانجام دی ہے۔ امید ہے یہ ترجمہ اُن کی ادبی شہرت میں قابلِ قدر اضافہ کر سکے گا۔ مَیں انہیں اس کامیابی پر مبارک باد دیتا ہوں۔

جی۔ ڈی سوندھی

پرنسپل و پریزیڈنٹ گورنمنٹ کالج ڈرامیٹک کلب لاہور

۲۶ مارچ سنہ ۱۹۴۰ء

گیلانی پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام مسٹر جی۔ ڈی سوندھی۔ ایم اے آئی ای ایس
پرنسپل و پریزیڈنٹ ڈرامیٹک کلب گورنمنٹ کالج لاہور پرنٹر و پبلشر
چھپ کر گورنمنٹ کالج لاہور سے شائع ہوئی

دیباچہ

کیرل چیپک ۱۸۹۰ء میں بوہیمیا کے ایک گاؤں میں پیدا ہوا۔ اور ۱۹۳۹ء میں پراگ میں فوت ہوگیا۔ اس نصف صدی کے عرصے میں اس نے طرح طرح کے انقلاب دیکھے۔

جوانی کے عالم میں اُس نے اپنی قوم کو محکوم پایا، اس وقت چیک لوگوں پر سخت ظلم ہو رہے تھے۔ اُن کی آزادیٔ گفتار چھین لی گئی تھی، اور تحریروں پر سخت پابندیاں عائد کی گئی تھیں۔ ان حالات کا چیک ادب پر بہت گہرا اثر پڑا۔ وہ ہر بات کو تمثیلی رنگ دے کر استعاروں اور کنایوں میں ادا کرنے لگے۔

گزشتہ جنگ عظیم سے پہلے کا چیک ادب تمامتر اسی انداز کا ہے پراگ کا قومی تھیئٹر گویا چیک قوم کی پارلیمنٹ تھی۔ جہاں یہ پراگندہ حال لوگ اکھٹے ہو کر دل کی بھڑاس نکالتے تھے۔ اور اشاروں اشاروں میں حرفِ مطلب کا اظہار کرتے تھے۔

جب چیک آزاد ہوئے تو استعارے اور مجازی نشانات کا استعمال جاری رہا۔ اہم مسائل کو تمثیلی رنگ میں پیش کرنا ان کے ادب کا خاصہ بن گیا۔ چیپک کا پہلا مشہور ڈرامہ آر۔ یو۔ آر (روسمز یونیورسل روبوٹس) جو ۱۹۲۰ء میں ترجمہ ہوا اسی تمثیلی رنگ میں ہے

یہ ڈرامہ تہذیب حاضر پر ایک زبردست تعریض ہے۔ اس ڈرامے کا دنیا کی ہر مہذب زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ اور گورنمنٹ کالج لاہور کی اسٹیج پر اردو زبان میں کھیلا جا چکا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ سیّد امتیاز علی صاحب تاج اور پروفیسر احمد شاہ بخاری کی متفقہ کوششوں کا نتیجہ تھا۔

چپیک کی بین الاقوامی شہرت کا آغاز اسی ڈرامے سے ہوا۔ ایک سال بعد کیرل چپیک نے اپنے بھائی جوزف چپیک سے مل کر ایک اور کھیل لکھا جس میں انسانی کمزوریوں، خود پسندی اور جنگجوئی کی خصلتوں کو حشرات الارض کی زندگی کی تمثیل سے نمایاں کیا ہے۔

چپیک نے ناول اور افسانے بھی لکھے ہیں جن کا سب سے اہم مجموعہ ۱۹۲۵ء میں کتابی صورت میں شائع ہوا تھا۔

چپیک کا تیسرا مشہور ڈرامہ "پاور اینڈ گلوری" ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا۔ 'جاہ و جلال' اسی کتاب کا ترجمہ ہے۔

چپیک کی صحت بچپن سے خراب تھی۔ چنانچہ گزشتہ جنگ عظیم میں اُسے صحت ہی کی بنا پر فوجی خدمت سے معذور قرار دیدیا گیا تھا۔ نازی حملے کے بعد جب اس کی قوم دوبارہ غلامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گئی تو چپیک یہ برداشت نہ کر سکا۔ اور شاید اسی صدمے سے مر گیا۔

'جاہ و جلال' میں اسی آنے والے خطرے سے دنیا کو ڈرایا گیا تھا۔

مگر جہاں ڈاکٹر گیلن کی کوششیں کامیاب نہ ہو سکیں وہاں چاپیک کی کون سنتا؟ یہ ڈرامہ واقعات کی بجائے خیالات پر مبنی ہے اس میں چاپیک نے ہماری موجودہ سماج کے بنیادی محرکات کو واضح کر کے دکھایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ "جاہ و جلال" ایک خاص خیال کی حمایت اور اس پر بحثا بحثی کے باوجود ایک علمی مقالے کی طرح خشک نہیں۔ اس میں ڈرامیت پائی جاتی ہے اور اس کی بنیاد اہم حقائقِ زندگی پر رکھی گئی ہے۔ اس لئے جب تک موجودہ نظامِ معاش قائم ہے، یہ "ڈرامہ" زندہ رہے گا۔

تشکّر

ڈرامے سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اس امر سے بخوبی واقف ہونگے کہ پنجاب میں اس فن کا نشو و ارتقا اور اس کی روایات بیشتر قبلہ جی۔ ڈی سوندھی صاحب پرنسپل گورنمنٹ کالج لاہور کی ذات بابرکات سے وابستہ ہیں۔ یہ انہی کا ذوق و شغف تھا کہ مجھے اس ڈرامے کے ترجمے کا حوصلہ ہوا۔

اصل مسودے کی نظر ثانی میں زیادہ تر انہی کا حصّہ ہے لیکن مَیں اپنے محترم دوست سیّد امتیاز علی صاحب تاؔج اور عزیزی فیض احمد صاحب فیضؔ پروفیسر ایم اے او کالج امرتسر کا بھی ممنون ہوں کہ ترجمے کی جستہ جستہ تصحیح و اصلاح انہی کے ہاتھ سے ہوئی۔ برادرم ڈاکٹر تاثیر کا احسانمند ہوں کہ انہوں نے بھی اس ترجمہ کے ضمن میں بعض مفید مشورے دئے۔

تبسّم

۱۵ مارچ ۱۹۴۰ء

افرادِ ڈرامہ

پروفیسر سائی گیلبس	وزیرِ صحت
ڈاکٹر گیلن	باپ
مارشل	ماں
بیرن کرگ	لڑکی
پال کرگ	لڑکا
انیٹہ	سسٹر
اجیٹان	تین کوڑھی
اعلیٰ افسر	تین اخبار نویس
جنرل برنکا	پہلا اور دوسرا اسسٹنٹ
وزیرِ پروپیگنڈا	چار ڈاکٹر

پہلا ایکٹ

پہلا منظر

وقت : موجودہ

للی اینتھل کلینک (clinic) کے باہر تین کوڑھی پٹیاں باندھے انتظار میں ہیں ہر ایک کے بدن پہ سفید دبا کے نشان ہیں تیسرا کوڑھی مرض کی آخری حالت کو پہنچ چکا ہے ✣

پہلا کوڑھی: یہ پلیگ ہے پلیگ، ہمارے محلے کا کوئی گھر اس سے خالی نہیں ابھی پچھلے ہفتے کی بات ہے میں نے اپنے پڑوسی سے کہا، بھئی تمہاری ٹھوڑی پہ سفید داغ ہے۔ کہنے لگا، کچھ بھی نہیں ہے، درد تو ہوتا نہیں۔ لیکن آخر پلیگ ہی نکلی ✣

دوسرا کوڑھی: یہ پلیگ نہیں، کوڑھ ہے، اسے سفید دبا کہتے ہیں۔ لیکن جانتے ہو یہ ہے کیا؟ یہ دُنیا والوں کو سزا مل رہی ہے۔ ایسی دبا خود بخود نہیں آجاتی، اور لاکھوں آدمی یوں ہی نہیں مرجاتے۔ یہ قہر ہے قہر، خدا کا قہر ✣

تیسرا کوڑھی: (خوف زدہ ہوکر) اوہ میرے اللہ! رحم! رحم!!

پہلا کوڑھی: کیا کہا سزا؟ مجھے کس چیز کی سزا مل رہی ہے؟ بدنصیبی کی؟ مجھے تو سوائے اس کے اور کچھ ملا ہی نہیں، یہ عجیب ہی خدا ہوگا جو انسان کو بدنصیبی کی سزا دے +

دوسرا کوڑھی: یہی سہی پھر کیا ہوا؟ ذرا دم لو، دیکھو ہوتا کیا ہے۔ آخر شروع میں تمہارے بدن پہ بھی تو ایک داغ ہی تھا میری طرح؟ چند دنوں میں تمہاری ہڈیوں کو چبانے لگے گا۔ اس بچارے کو دیکھو۔ جب تمہاری بھی یہ حالت ہوگی تو پھر پتہ چلے گا یہ سزا ہے یا نہیں۔ اور اس کی وجہ ضرور کچھ نہ کچھ ہوگی ورنہ ....

تیسرا کوڑھی: خدایا! او میرے خُدا! ......

پہلا کوڑھی: ہاں میں بتاتا ہوں کیا ہے، ہم کیوں مر رہے ہیں؟ دنیا لوگوں سے بھر گئی ہے، جبھی تو ہم میں سے آدھوں کا مارا جانا ضروری ہے تاکہ باقیوں کے لئے جگہ ہو +

دوسرا کوڑھی: لیکن مرنے کے لئے کیا میں ہی رہ گیا ہوں؟

پہلا کوڑھی: اس لئے کہ تم نانبائی ہو، مر گئے تو کوئی دوسرا نانبائی روٹی کما کھائے گا۔ میں ہوں بیکار اور یونہی بیکار ہی رہونگا۔ میرا مرنا بھی ضروری ہے تاکہ میری جگہ کوئی اور بھوکا ننگا کھلا سکے۔ جو کچھ ہو رہا ہے، بہتر ہو رہا ہے پلیگ یونہی نہیں آئی +

دوسرا کوڑھی: بھائی! میں کہتا ہوں یہ پلیگ نہیں ✢
پہلا کوڑھی: تمہیں کیسے پتہ ہے؟
دوسرا کوڑھی: پلیگ ہوتی تو ہمارا رنگ کالا پڑ جاتا - یہ کوڑھ ہے - دیکھتے نہیں سارا بدن سفید ہو رہا ہے کھریا مٹی کی طرح ✢
پہلا کوڑھی: کالا ہو یا سفید، نتیجہ ایک ہی ہے، موت ✢
تیسرا کوڑھی: (زیادہ خوف زدہ ہو کر) خدایا! رحم! رحم!!
دوسرا کوڑھی: خدا کیوں رحم کرے — تمہیں کس بات کا فکر ہے، اکیلے ہو، پیچھے کوئی ہے نہیں جس کا غم کرو۔ حالت اس کی دیکھو، جس کی بیوی ہے، بچے ہیں، خوف کے مارے قریب نہیں آتے، ہاتھ لگاتے ڈرتے ہیں۔ اب میری طرح میری بیوی کے بھی سفید داغ نکل آیا ہے، چھاتی پر۔ ذرا سا نشان ہے۔ لیکن موت کا آغاز۔ رات دن یہی پکارتی ہے کوئی مجھے بچائے (جھنجھلا کر) مگر کون بچا سکتا ہے!
تیسرا کوڑھی: (تیزی سے اٹھتے ہوئے) کیا بکتے ہو؟ چپ رہو —— اوہ خدا!

(نڈھال ہو کر گر پڑتا ہے)

(پردہ)

دوسرا منظر

اسی دن

پروفیسر ساٹی گیلیس کا دفتر کلینک میں۔ شاندار کمرہ ہے۔ پروفیسر میز کے پیچھے بیٹھا ایک اخبار نویس سے باتیں کر رہا ہے جو ہاتھ میں ٹوپی لئے کھڑا ہے +

پروفیسر: اخبار نویس؟ مجھے فرصت نہیں، مریضوں کو دیکھنا ہے.... اچھا میں تین منٹ دے سکتا ہوں، کیا چاہتے ہیں آپ؟

اخبار نویس: جناب! ہم اپنے پڑھنے والوں کے لئے ایک بیان چاہتے ہیں، بالکل نیا، نامی گرامی آدمی کا لکھا ہُوا، جیسے آپ ہیں، اس مرض .....

پروفیسر: ہاں ہاں سمجھ گیا، اسی مرض کے بارے میں جسے عام لوگ سفید وبا کہتے ہیں

(کرسی کی طرف اشارہ کرتا ہے)

اخبار نویس: (بیٹھتے ہوئے) جی پورب کا کوڑھ .....

پروفیسر: ہاں ہاں وہی۔ اس پر لوگ بہت کچھ لکھ چکے ہیں، لیکن اناڑی۔ یہ کام ڈاکٹروں پہ چھوڑ دینا چاہئے، ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ اور پھر یہ بھی ہے اگر آپ اخباروں میں بیماری کی علامتوں کا ذکر کرینگے تو ہر

ایک کو وہم ہو جائے گا، مجھے بیماری لگ گئی - کیا ٹھیک نہیں؟

اخبار نویس: ہاں جی، بے شک - لیکن لوگوں کی پریشانی کو روکنے کے لئے ہم انہیں تسلی دینا چاہتے ہیں ✤

پروفیسر : تسلی؟ بندۂ خدا! دنیا میں یہ کوئی نہیں کر سکتا، نہ میں، نہ کوئی اور - سفید وبا تو مہلک مرض ہے، اور جس تیزی سے پھیل رہا ہے لوگوں کو اس کا سان گمان بھی نہیں - دُنیا بھر کے شفاخانوں اور ہسپتالوں میں لوگ تلاش میں لگے ہیں کہ کوئی نسخہ مل جائے - ابھی تک کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی - ڈاکٹر عاجز آ گئے ہیں ✤

اخبار نویس: تو پھر آپ کیا مشورہ دیتے ہیں؟

پروفیسر : میں تو یہی مشورہ دوں گا کہ جہاں کہیں اس مرض کی کوئی علامت ظاہر ہو فوراً فیملی ڈاکٹر کو دکھائیں اور اُسی پہ بھروسہ کریں ✤

اخبار نویس: اور وہ کیا کر سکتا ہے؟

پروفیسر : یہی کہ غریبوں کے لئے معمولی (disinfectant) اور امیروں کے لئے پیروویئن بام (Peruvian Balm)

اخبار نویس: (شک کے عالم میں) لیکن پروفیسر صاحب! اس کا کوئی فائدہ بھی ہوگا؟

پروفیسر : بس یہی، دوسرے درجے کی حالت میں جو بُو ہوتی ہے اسے مار دے گا

اخبار نویس: اور تیسرے درجے کی حالت میں ؟

پروفیسر : مورفیا (Morphia) بس - لیکن اس کے ذکر کی کیا ضرورت! کوئی خوشگوار مضمون نہیں *

اخبار نویس: لیکن پروفیسر صاحب! یہ مرض اتنا وبائی کیوں ہے ؟ کیا وجہ ہے ؟

پروفیسر : (جیسے کوئی لیکچر کرنے لگا ہو) اس کی وجہ؟ ..... دیکھئے ابھی تک یہ پتہ نہیں چلا کہ جراثیم کون سے ہیں، صرف اتنا معلوم ہُوا ہے کہ یہ بجلی کی طرح پھیلتا ہے - ہم یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ یہ مرض حیوانوں کو نہیں لگتا اور خاص عمر کے انسان بھی اس سے محفوظ ہیں *

اخبار نویس : شاید ٹوکیو کے ڈاکٹر ہروٹا (Hirota) نے اس کا اپنے اوپر تجربہ کیا تھا ؟

پروفیسر : ہاں، عجیب حرکت کی اُس شخص نے بھی - ہم ڈاکٹر لوگ ایک نامعلوم دشمن سے جنگ کر رہے ہیں - ہاں تو اخبار میں لکھ دیجئے، ہمارے ہسپتال میں دو سال سے اس بیماری پر کام ہو رہا ہے - ہم نے بہت سے رسالے بھی شائع کئے ہیں جن کی طبی کتابوں میں تعریف ہو چکی ہے

اور حوالے بھی دئے گئے ہیں۔ہم حکومت کو باقاعدہ اطلاع دیتے رہتے ہیں۔ مارشل بذات خود دلچسپی لیتے ہیں (میز پر گھنٹی بجاتا ہے) ایک بات تو یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ ....
خیر معاف کیجئے اس چیز کا تذکرہ کرنے کے لئے وقت نہیں۔
میں صرف تین منٹ دے سکتا ہوں

(ہسپتال کی ایک بڑی نرس (Sister) داخل ہوتی ہے)

سسٹر : ارشاد

پروفیسر : یہ صاحب اخبار کے دفتر سے آئے ہیں، جب جانے لگیں تو ہسپتال نے جتنے رسالے شائع کئے ہیں انہیں دے دینا۔

سسٹر : بہت اچھا حضور ۔ (وہ باہر جاتی ہے)

پروفیسر : دیکھئے ان رسالوں کا ضرور ذکر کیجئے۔ جب لوگوں کو معلوم ہوگا کہ میرے کلینک میں اس مرض کو دبانے کے لئے جسے غلطی سے مشرقی کوڑھ کہا جاتا ہے، کتنا کام ہو رہا ہے تو انہیں کچھ نہ کچھ تسلی ضرور ہوگی ۔

اخبار نویس : اچھا تو آپ کے خیال میں یہ کوڑھ نہیں ؟

پروفیسر : کوڑھ تو جلد کی بیماری ہے اور یہ مرض اندرونی ہے۔ جلدی بیماریوں کے ہسپتال میں جو میرے ساتھی ہیں انہیں یہ مغالطہ ہے کہ اس مرض پر لیکچر دینے کا انہیں حق پہنچتا ہے۔ بیوقوفی ہے ۔

اخبار نویس : تو کیا یہ سب بے فائدہ کوشش ہے؟
پروفیسر : خیراب اس بات کو جانے دیجئے۔ البتہ لوگوں پر یہ ضرور واضح کر دیا جائے کہ اس ہماری بیماری کے مقابلے میں کوڑھ کچھ بھی نہیں ٭
اخبار نویس : تو پروفیسر صاحب! یہ بیماری کوڑھ سے بہت زیادہ خطرناک ہوئی نا؟
پروفیسر : نہیں نہیں، پہلے پہل کچھ علامتیں کوڑھ کی معلوم ہوتی ہیں۔ جسم پہ کہیں ایک چھوٹا سا سفید داغ نکل آتا ہے اور اُس حصے میں سخت سردی محسوس ہوتی ہے لیکن درد بالکل نہیں ہوتا —— شروع شروع میں ہم اُسے 'مرضِ ابیض' کہتے ہیں ٭
اخبار نویس : تو شاید سفید وبا اسی لئے کہتے ہیں۔
پروفیسر : ہاں۔ بعد میں بیماری اور رنگ پکڑتی ہے مرض جذام سے اس کی کوئی مشابہت نہیں ہوتی۔ ہم نے فی الحال اس کا نام چینگ کی بیماری یعنی مرضِ چینگی رکھا ہے۔ ڈاکٹر چینگ[1] نے جو ڈاکٹر چارکوٹ[2] کے شاگرد تھے سب سے پہلے اس بیماری کی علامات کا مفصل ذکر کیا اور اس پر کافی اچھا مضمون بھی لکھا۔ خود میں نے اس مضمون پر ریویو کیا تھا، طبی رسالوں کے لئے۔ لیکن اُسوقت

---

[2] charcot [1] cheng

کسی کو وہم و گمان بھی نہ تھا کہ یہ مرض عالمگیر وبا کی صورت اختیار کرے گا

اخبار نویس : عالمگیر وبا؟

پروفیسر : ہاں عالمگیر وبا؟ وہ مرض جو تیزی سے تمام دنیا میں پھیل جائے یورپ میں تو ایسا پیچیدہ سوال کم ہی پیدا ہوا ہے البتہ پورب میں ہر سال کوئی نہ کوئی بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔ گندگی اور غلاظت کی وجہ سے +

اخبار نویس : لیکن جناب کی رائے میں اتنی مہلک اور کوئی بیماری...

پروفیسر : انسانی تاریخ میں سب سے مہلک بیماری یہی ہے۔ پچاس لاکھ انسانوں کا صفایا کر چکی ہے اور ایک کروڑ بیس لاکھ اس وقت بیمار پڑے ہیں۔ اس سے کم از کم تگنے ایسے ہونگے جو اپنے کاروبار میں لگے ہیں اور انہیں پتہ نہیں کہ ان کے بدن پر کہیں نہ کہیں ایک چھوٹا سا سفید داغ ہے جو درد نہیں کرتا لیکن اس کا انجام موت ہے

اخبار نویس : لیکن اس مرض کو یہاں آئے ہوئے ابھی تین سال بھی نہیں ہوئے +

پروفیسر : بالکل ..... ہاں تو مناسب سمجھیں تو اخبار میں یہ بھی لکھ دیں کہ یورپ میں سب سے پہلے اس مرض کی تشخیص میرے ہی کلینک میں ہوئی تھی۔ ہمیں کچھ

اس بات کا فخر ہی ہے۔ اس بیماری کی ایک بڑی ضروری علامت میرے ہی نام سے منسوب ہے' علامت سائی گیلیس'

اخبار نویس: (لکھتے ہوئے) آپ کے نام سے؟ خوب! شکریہ +

پروفیسر: اور اس بارے میں ہم دوسرے ڈاکٹروں سے بہت آگے ہیں، بہت آگے۔ ہمیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ یہ بیماری ۴۵ سال یا اس سے زیادہ عمر کے لوگوں کو ہوتی ہے +

اخبار نویس: اس کی وجہ؟

پروفیسر: ظاہر ہے کہ ادھیڑ عمر کے سبب جب بدن میں قدرتی تبدیلی ہوتی ہے تو یہ مرض زور پکڑتا ہے

اخبار نویس: یہ بات تو بڑی تسلی بخش ہے!

پروفیسر: تم اسے تسلی بخش سمجھتے ہو؟ کیا عُمر ہے تمہاری؟

اخبار نویس: تیس سال +

پروفیسر: (منہ پھوڑ کے) ٹھیک! اگر جناب پندرہ سال اور بڑے ہوتے تو تسلی بخش نہ سمجھتے۔ خیر، ایک چیز ہم نے اور بھی ثابت کی ہے اور وہ یہ کہ زہر کے سرایت کر چکنے کے بعد تین اور پانچ مہینے کے اندر اندر موت واقع ہو جاتی ہے۔ میری اور میرے ساتھیوں کی رائے میں جو اس للی انتقل کلینک میں کام کرتے ہیں، اور جن

کو اس نام پہ فخر بھی ہے ——— ہاں تو مجھے یاد آیا، مناسب ہو تو اس کا بھی ذکر کر دیجئے، یہ مرحوم للی انتھل میرے خسر تھے۔

اخبار نویس : ہاں ہاں ضرور، لیکن لوگ تو یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اس بیماری سے بچا کیسے جائے؟

پروفیسر : بچا کیسے جائے؟ یہ ناممکن ہے، اس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بھائی خدا اپنی پناہ میں رکھے! یہ ایک نہ ایک دن سبھی کو ہونے والی ہے، جو پینتالیس سال کا ہوا، گیا۔ لیکن اگر آپ کو فکر نہیں تو یہ قدرتی بات ہے ماشاء اللہ آپ جوان ہیں فکر تو ہم جیسوں کو ہے جو تجربہ کار بوڑھے ہیں (وہ فقرہ ختم نہیں کرتا) ادھر آیئے نا ——— (اخبار نویس اٹھ کے اُدھر جاتا ہے)
دیکھنا میرے کوئی علامت نظر آتی ہے؟ سچ سچ کہو، میرے چہرے پہ کوئی داغ تو نہیں؟
(اخبار نویس جواب نہیں دیتا)
تم نہیں کہہ سکتے۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ لیکن دن میں کوئی سو مرتبہ اٹھ کے جاتا ہوں اور آئینے میں منہ دیکھتا ہوں۔ اچھا تو آپ یہ جاننا چاہتے ہیں لوگ اپنے زندہ جسموں کو سڑنے سے کیسے بچائیں۔

کاش کہ یہ میں بھی جانتا!

(وہ کھڑکی کی طرف جاتا ہے۔ کچھ وقت کے لئے اس کی پریشانی بڑھ جاتی ہے)

(اخبار نویس میز کی طرف لوٹتا ہے)

اللہ کی مرضی دنیا بھر کی سائنس بکار معلوم ہوتی ہے... بالکل بیکار۔

اخبار نویس : پروفیسر صاحب! تو آپ اس بیماری کے متعلق لوگوں کو کوئی تسلی نہیں دے سکتے؟ کوئی امید؟

پروفیسر : (میز کے پاس کھڑے ہوکر) افسوس، صبر کے سوا چارہ نہیں تاوقتیکہ کسی کو اس کا صحیح نسخہ نہ مل جائے۔

(ٹیلیفون کی گھنٹی بجتی ہے، پروفیسر ٹیلیفون اٹھاتا ہے، اخبار نویس مڑکر اپنی ٹوپی اٹھاتا ہے)

پروفیسر : (ٹیلیفون پر) ہیلو، ہیلو، ہاں میں ہی بول رہا ہوں، کیا بات ہے؟ تمہیں پتہ ہے مجھے فرصت نہیں.. کون؟ کوئی ڈاکٹر ہے؟ کیا نام ہے؟.... ڈاکٹر گیلن؟ میں تو نہیں جانتا۔ کوئی تعارفی خط لے کے آیا ہے؟.... نہیں؟ .... یہ بھی نہیں بتاتا کیا کام ہے؟... کیا کہا؟ کس کی خاطر؟.... سائنس کی خاطر؟ سبھی یہی کہتے ہیں.... اُسے کہہ دو میرے نمبر دو اسسٹنٹ سے ملے... کیا؟

پانچویں مرتبہ ملنے آیا ہے؟ .... اچھا تو پھر مل ہی لیتا ہوں۔ لیکن اُسے کہہ دو میں تین منٹ سے زیادہ نہیں دے سکتا (ٹیلیفون رکھ دیتا ہے اور پھر اٹھ کھڑا ہوتا ہے) دیکھا آپ نے؟ یہ حال ہے۔ ملاقاتی چلے آرہے ہیں، کوئی فرصت ہو تو کام پہ توجہ دوں +

اخبار نویس : (اٹھتے ہوئے) میں نے آپ کا زیادہ وقت تو نہیں لیا؟

پروفیسر : نہیں کوئی بات نہیں، سائنس دانوں اور اخبار نویسوں کو مل کر کام کرنا چاہئے، کیا خیال ہے آپ کا؟ کسی اور بات کے پوچھنے کی ضرورت ہو تو بے روک ٹوک چلے آئیے (اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور اخبار نویس سے ہاتھ ملاتا ہے) خدا حافظ

اخبار نویس : اس تکلیف کا بہت بہت شکریہ، خدا حافظ

(اخبار نویس نہایت ادب آمیز انداز میں رخصت ہوتا ہے)

(تھوڑی دیر کے بعد دروازے پر دستک ہوتی ہے، پروفیسر بیٹھ جاتا ہے اور قلم اٹھا لیتا ہے اور یوں ظاہر کرتا ہے جیسے بےحد مصروف ہے)

پروفیسر : آجاؤ (ڈاکٹر گیلن داخل ہوتا ہے اور سہما ہوا دروازے پر کھڑا رہتا ہے پروفیسر بدستور بغیر آنکھ اوپر اٹھائے لکھتا رہتا

ہے، کچھ وقفے کے بعد کہتا ہے)

(بغیر آنکھ اٹھائے) آپ مجھ سے ملنا چاہتے ہیں؟

گیلن : (جھجکتے ہوئے) ہاں جناب .... میرا نام گیلن ہے

پروفیسر : (لکھتے ہوئے) سمجھ گیا ڈاکٹر گیلن۔ آپ کے لئے کیا کر سکتا ہوں؟ (وقفہ) ۔ بتائیے کیا کام ہے؟

گیلن : پروفیسر صاحب! میں ایک غریب علاقے میں جنرل پریکٹیس کرتا ہوں۔ اس واسطے مجھے بہت سا ....

پروفیسر : دیکھئے! مطلب کی بات کیجئے، مجھے زیادہ فرصت نہیں۔

گیلن : بہت اچھا میں سفید وبا کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں

پروفیسر : آپ کا مطلب شاید "مرض چینگ سے ہے؟ کم از کم ڈاکٹروں کو تو صحیح لفظ استعمال کرنے چاہئیں۔

گیلن : اس بیماری کے متعلق جو کچھ لکھا جا چکا ہے میں نے اس کا ایک ایک حرف پڑھا ہے۔

پروفیسر : اور ہماری کتابیں بھی؟

گیلن : جی ہاں۔

پروفیسر : تو پھر؟

گیلن : میرا خیال ہے ان میں جو طریق علاج بتایا گیا ہے وہ...

پروفیسر : وہ کیا؟

گیلن : وہ صحیح نہیں۔

پروفیسر : (اپنا قلم نیچے رکھ کر اور تحمل سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے) اور ڈاکٹر صاحب! آپ نے صحیح علاج کا پتہ لگا لیا ہے؟

گیلن : (آہستہ سے) جی، میرا خیال ہے لگا لیا ہے، میں دیر سے تجربہ کر رہا تھا،

پروفیسر : بالکل، ڈاکٹر گیلن! یہی ہوتا ہے کہ جہاں کہیں ہم کسی مرض سے عاجز آئے ایک نظریہ گھڑ لیا، لیکن معاف کیجئے میں تو یہی کہوں گا آپ ایسے ڈاکٹر کے لئے جس کی اتنی کڑی پریکٹس ہو یہی مناسب ہے کہ علاج کے عام طریقوں پر چلے - میری رائے پوچھو تو ان مریضوں پر تجربات کرنے چھوڑ دو، ان کاموں کے لئے کلینک موجود ہیں +

گیلن : اسی لئے تو میں - میں حاضر ہوا ہوں

پروفیسر : ڈاکٹر صاحب! پہلے مجھے بات ختم کر لینے دیجئے، وقت تھوڑا ہے، صرف تین منٹ — ہاں تو اس "مرض چنگ" کے متعلق میں آپ کو یہی مشورہ دوں گا کہ بو کو دبانے کی کوشش کیجئے اور اس کے بعد مورفیا، جتنا بھی ضروری ہو۔ ہم مریضوں کے دُکھ کو کم کرنے کے سوا اور کیا کر سکتے ہیں، خاص کر وہ مریض جو ایسے نازک موقعوں پر پیسے خرچ کرنے کے لئے تیار ہوں، بس

اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کے۔

(پروفیسر قلم اٹھا کر لکھنا شروع کرتا ہے، گیلن اُسے دیکھتا ہے اور دوبارہ بولنے کی جرأت کرنا چاہتا ہے)

گیلن : لیکن ڈاکٹر صاحب! ——

پروفیسر : ابھی کچھ باقی ہے؟

گیلن : (میز کے قریب جاتے ہوئے) میں نے سفید وبا کا علاج معلوم کر لیا ہے

پروفیسر : (بدستور لکھتا رہتا ہے) ہاں ڈاکٹر صاحب! جانتا ہوں — آپ سے پہلے بیس ایک آدمی یہی کہہ چکے ہیں۔ ان میں سے بعض آپ کی طرح ڈاکٹر بھی ہیں۔ لیکن مرض ہے کہ بڑھتا چلا جا رہا ہے

گیلن : لیکن میں اسے سینکڑوں مریضوں پر آزما چکا ہوں ان میں سے بہت سے تندرست ہو گئے ہیں

پروفیسر : کے فیصدی؟

گیلن : تقریباً ساٹھ، اور بیس فیصدی ایسے ہیں جن کی بابت ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا

(پروفیسر ارادتاً قلم نیچے رکھ دیتا ہے اور بظاہر تحمل کے ساتھ گیلن سے خطاب کرتا ہے)

پروفیسر : دیکھئے ڈاکٹر صاحب! اگر آپ مجھ سے یہ کہتے کہ میرے سو فیصدی مریض اچھے ہو گئے ہیں تو میں آپ کو باہر نکال دیتا۔ یہی سمجھتا کہ آپ یا تو پاگل ہیں یا کوئی ٹھگ ، لیکن اب میں آپ کے متعلق کیا کروں۔ اگر واقعی اس مرض کا علاج معلوم ہو جائے تو کمال ہے۔ پھر تو ایک دن میں اتنے مریض آئیں گے کہ آپ عمر بھر علاج نہ کرسکیں شہرت ہو جائیگی۔ ممکن ہے پیسٹر (Pasteur) سے بھی بڑھ جائیں ، بلکہ آپ ڈاکٹر کوش (Koch) اور شاید للی انتھل کو بھی مات کر دیں —— سمجھ گیا۔ آپ کو کام زیادہ رہا ہے۔ اس مرض کے علاج کا خیال خبط بن گیا ہے۔ اکثر ہو جاتا ہے۔ میری صلاح لو اور کچھ روز چھٹی کرو۔

گیلن : آپ کا بہت بہت شکریہ، لیکن میں اس لئے آیا تھا کہ آپ مجھے کلینک میں میرے علاج کی آزمائش کا موقع دیں

پروفیسر : یہاں کلینک میں؟ ناممکن۔ اور یہ سرکاری کلینک ہے —— اور آپ شاید اس ملک کے نہیں ہیں آپ جانتے ہیں حکومت کا غیر ملکیوں سے کیا رویہ ہے؟ مارشل اس معاملے میں بڑے سخت ہیں +

گیلن : مارشل تو خود ....

پروفیسر : شش ...... اس کا ذکر مت کرو۔ علاوہ اس کے مجھے یقین ہے للی انتھل خود بھی ہوتے تو کسی جنرل پریکٹس والے ڈاکٹر کو یہاں کام کرنے کی اجازت نہ دیتے معاف رکھئے، مجھے صاف صاف کہنا پڑا، لیکن ....

گیلن : لیکن پروفیسر صاحب! مجھے پورا یقین ہے، للی انتھل اجازت دے دیتے،

پروفیسر : واقعی؟ یہ آپ نے کیسے اندازہ لگایا؟

گیلن : میں ایک وقت ان کا اسسٹنٹ تھا

پروفیسر : (حیرانی سے جلد کھڑے ہو کر) آپ اُن کے ایک وقت ——؟ آپ نے آتے ہی کیوں نہ کہا؟ خوب، خوب، تو آپ میرے خُسر کے اسسٹنٹ تھے؟ (تعجب سے) لیکن عجیب بات ہے میں نے ان سے کبھی آپ کا نام نہیں سُنا۔

(کھڑکی کی طرف جاتا ہے)

گیلن : وہ مجھے میرے اصلی نام دتینہ (*Datina*) سے جانتے تھے۔

(پروفیسر کا انداز بہت دوستانہ ہو جاتا ہے)

پروفیسر : واللہ تو آپ ہیں دتینہ؟ اب مجھے یاد آیا، وہ اکثر کہا کرتے تھے "دتینہ میرا بہترین شاگرد ہے مگر افسوس

ہے وہ اب جا رہا ہے" ہاں تو آپ انہیں چھوڑ کے کیوں چلے گئے تھے؟

گیلن : بہت سی وجوہات تھیں، بڑی وجہ یہ تھی کہ میں شادی کرانا چاہتا تھا اور جو تنخواہ مجھے ملتی تھی اس میں گزارا مشکل تھا +

پروفیسر : آپ نے غلطی کی، میں ہمیشہ اپنے شاگردوں سے کہتا ہوں کہ اگر ریسرچ کرنا چاہتے ہو تو کام کے ختم کرنے سے پہلے شادی کا نام نہ لو، البتہ کوئی امیر عورت مل جائے تو اور بات ہے۔ جیسا کہ بعض کو مل بھی جاتی ہے۔ (سگار کا ڈبہ کھول کر سگار پیش کرتا ہے) بیٹھو بھئی دتینہ! سگار کا شوق کرو گے؟

گیلن : نہیں، میں چھوڑ چکا ہوں۔ میرا دل......

پروفیسر : واقعی؟ کہیں مبالغہ تو نہیں کر رہے، کہو تو دیکھوں؟

گیلن : نہیں تکلیف نہ کیجیے۔ مجھے اپنے کام کا اب زیادہ خیال ہے

پروفیسر : اچھا تو میں تمہاری کس طرح سے مدد کر سکتا ہوں؟

گیلن : مجھے سرکاری منظوری چاہیئے۔ وہ جبھی مل سکتی ہے کہ یہاں کلینک میں تجربہ کرنے کی اجازت مل جائے چند ایسے مریض دے دیجیے جن کے بارے میں آپ

مایوس ہو چکے ہوں +

پروفیسر : مایوس ؟ میں تو سب کے بارے میں مایوس ہوں لیکن یہ جو تم چاہتے ہو مشکل سی بات ہے، کلینک کے ڈاکٹر کسی باہر کے آدمی کے ساتھ کام کرنا گوارا نہیں کریں گے، خیر تم میرے خسر کے پرانے شاگرد ہو، جو کچھ ہو سکیگا کروں گا۔ تم یہ کیوں نہیں کرتے؟ مجھے اپنے علاج کی ساری تفصیں بتا دو، ہم مل کر تجربہ کریں گے. تم اور میں۔ میں کہے دیتا ہوں، کوئی مخل نہیں ہوگا +

(پروفیسر ٹیلیفون اٹھانے لگتا ہے لیکن گیلن روک دیتا ہے)

گیلن : معاف کیجئے. جب تک خود تجربہ نہ کر لوں، علاج کسی کو نہیں بتا سکتا

پروفیسر : تو کیا مطلب ہے مجھے بھی نہیں بتاؤ گے؟

گیلن : نہیں آپ کو بھی نہیں +

پروفیسر : تو یہ آخری فیصلہ ہے؟

گیلن : بالکل۔

پروفیسر : (اٹھتے ہوئے) تو معاملہ بس چھوڑنا پڑے گا میرا ارادہ تمہاری مدد کرنے کا تھا لیکن جو تم چاہتے ہو کلینک کے قاعدے کے خلاف ہے اور ڈاکٹری آداب کے بالکل برعکس +

گیلن : (اٹھتے ہوئے) یہ میں بھی جانتا ہوں لیکن چند ایک وجوہات ہیں۔

پروفیسر : وہ کیا؟

گیلن : وہ ابھی نہیں بتا سکتا۔

پروفیسر : تو معاملہ ختم ہوا (دروازے کے پاس جاتا ہے) اچھا ڈاکٹر دتینہ! خوشی ہوئی آپ سے مل کے ——

گیلن : (اس کے پیچھے جاتے ہوئے) ذرا ٹھہریئے، آپ یوں انکار نہیں کر سکتے۔ آپ کو ضرور اجازت دینی ہوگی ورنہ آپ ذمہ دار ہوں گے۔

پروفیسر : کیوں؟

گیلن : کیونکہ میرے علاج سے شفا یقینی ہے۔ حلفیہ کہتا ہوں کہ یہ بات درست ہے۔ آج تک جتنے مریض اچھے ہوئے ہیں ان کو دوبارہ کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ ایک کو بھی نہیں (اپنی جیب سے خطوں کا پلندا نکالتا ہے)

(پروفیسر دروازہ کھولتا ہے)

آپ دیکھیں تو سہی۔ یہ خط ان ڈاکٹروں کے ہیں جو مریضوں کو شہر کے مختلف حصوں سے میرے پاس بھیجتے رہتے ہیں۔ یہ میری شہادت ہیں

پروفیسر : (واپس میز کے پاس جاکر) افسوس ہے گیلن لیکن ان حالات میں بے فائدہ ہے۔ میں تمہاری شرائط قبول نہیں کرسکتا۔

گیلن : (وقفہ) تو گویا آپ کی طرف سے صاف انکار ہے؟

پروفیسر : افسوس، مجبور ہوں۔

(گیلن خطوں کو جیب میں ڈال لیتا ہے دروازے کی طرف جاتا ہے اور وہاں مڑ کر پروفیسر سے خطاب کرتا ہے)

گیلن : (دروازے پر) اچھا تو ——— !

پروفیسر : اچھا کیا؟

گیلن : شاید آپ کو کسی دن میرے علاج کی ضرورت پڑے۔

پروفیسر : (بے چین ہوکر) گیلن! یہ مت کہو۔ مجھ سے ایسا کہنے کی ضرورت نہ تھی۔ دکھاؤ تو یہ خط۔

(وہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے)

گیلن : (خط لے کر پروفیسر کے پاس جاتے ہوئے) دیکھ لیجئے۔

پروفیسر : (خطوں کو پڑھتے ہوئے) ہوں (ایک خط نکال لیتا ہے) ہیں! یہ ڈاکٹر سٹریڈیلا (Stradella) کا ہے۔ میرا خیال ہے وہ میرا شاگرد تھا۔ اگر میں غلطی نہیں کرتا تو لمبے قد کا آدمی ہے؟

گیلن : (تحمل سے) ہاں، بہت لمبے قد کا

پروفیسر : (خط پڑھتے ہوئے) کمال ہے۔ واقف کار ہے (گیلن کی طرف زیادہ دلچسپی سے دیکھتا ہے، لیکن کوشش کرتا ہے ظاہر نہ ہو) بے شک ڈاکٹر گیلن! لیکن یہ لوگ آخر جنرل پریکٹیشنر ہی ہیں نا - ہاں جو کچھ لکھا ہے اس سے تو تمہارے نتائج حیرت انگیز معلوم ہوتے ہیں (لمحے بھر کے لئے رُک جاتا ہے، پھر ارادہ کر کے گیلن کی طرف جاتا ہے اور خط اس کے حوالے کر دیتا ہے) اچھا تو کیا ہرج ہے چند مریض تمہارے سپرد کر دیتا ہوں۔ اس سے زیادہ اور کیا چاہتے ہو؟

گیلن : آپ کی عنایت کا بے حد شکریہ! لیکن ——

پروفیسر : میں سمجھتا ہوں کچھ دیر اکیلے کام کرنا چاہتے ہو یہی ہے نا؟

گیلن : جی ہاں۔ یہی چاہتا ہوں کہ آپ کی کلینک میں کچھ قیمت کے لیے علاج کو آزما سکوں۔

پروفیسر : اس کے بعد تفصیلات شائع کر دو گے نا؟

گیلن : جی ہاں، بعض شرطوں کے ماتحت۔

پروفیسر : شرطیں؟ وہ کون سی؟

گیلن : اگر آپ بُرا نہ مانیں تو اس پر بعد میں بحث ہو سکتی ہے۔

پروفیسر : (بے رخی سے) بہت اچھا تو فی الحال یہ چاہتے ہو کہ

میری کلینک تمہارے علاج کی تصدیق کردے اور پھر تم اپنے منشا کے مطابق جیسے چاہو علاج کرتے رہو بس یہی نا؟

گیلن : ہاں جناب! لیکن جیسا کہ میں نے کہا ——

پروفیسر : ذرا ٹھیرو گیلن! (گھنٹی بجاتا ہے) تم یہ نہیں سمجھتے کہ ہماری کلینک کے لئے یہ شرائط نامعقول ہیں —— یہ میں مانتا ہوں کہ ہر شخص کو اپنی قابلیت سے جائز فائدہ اٹھانے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ لیکن کوئی ڈاکٹر ہو، جو صحیح معنوں میں ڈاکٹر ہے، کبھی یہ گوارا نہیں کریگا کہ ایسے مہلک مرض کے علاج کو اپنے لئے وقف کرے —— کوئی اشتہاری دوا باز نیم حکیم اتائی قسم کا طبیب ہو تو اور بات ہے لیکن تم تو ڈاکٹر ہو۔ اور چاہتے ہو کہ اس معزز پیشے کے کڑے اصولوں کو توڑ دو —— یہ ٹھیک ہے کہ ہم سب روزی کمانے کے لئے کام کرتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو کام عام لوگوں کے فائدے کا ہے اس کا بیوپار شروع کردیں۔

گیلن : لیکن پروفیسر صاحب۔ اس سے روپے کا تو کچھ سروکار نہیں۔

پروفیسر : تو پھر کیا ہے ؟
گیلن : یہ ابھی نہیں بتا سکتا +
پروفیسر : تو ڈاکٹر صاحب! مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ڈاکٹری برتاؤ میں آپ کے اور میرے خیالات بالکل مختلف ہیں + (بیٹھ جاتا ہے)

(دروازے پر دستک ہوتی ہے)

آجاؤ

(پہلا اسسٹنٹ داخل ہوتا ہے)

اسسٹنٹ: آپ نے مجھے بلایا ہے؟
پروفیسر : مرضِ چِنگ کے مریض کون سے وارڈوں میں ہیں؟
اسسٹنٹ: نمبر ۲، ۴، ۵ اور ۱۲ میں +
پروفیسر : اور جن کا مفت علاج ہو رہا ہے؟
اسسٹنٹ : نمبر ۱۳ میں +
پروفیسر : اس کا انچارج کون ہے؟
اسسٹنٹ: ڈاکٹر پیٹرسن (Peterson.)
پروفیسر : میری طرف سے ڈاکٹر پیٹرسن سے کہہ دو کہ آج کے بعد وارڈ نمبر ۱۳ میں علاج یا تو ڈاکٹر گیلن خود کریں گے یا اُن کی ہدایت کے مطابق ہوگا +
اسسٹنٹ: (حیرت زدہ ہو کر) بجا ہے لیکن ——

پروفیسر : (منہ پھوڑ کر) لیکن کیا؟

اسسٹنٹ : (لکنت سے) نہیں جناب کچھ نہیں ٭

پروفیسر : (تیزی سے) تو پھر ٹھیک ہے میں نے سمجھا تمہیں کوئی اعتراض ہے۔ ہاں تو ڈاکٹر پٹرسن سے یہ بھی کہہ دینا کہ ڈاکٹر گیلن جس طرح چاہیں علاج کریں ان کے کام میں دخل نہ دیں، یہ نہایت ضروری ہے۔ سمجھ گئے؟

اسسٹنٹ : جی سمجھ گیا ٭

پروفیسر : تو بس جاؤ ٭ (اسسٹنٹ باہر جاتا ہے)

گیلن : میں آپ کا بے حد ممنون ہوں!

پروفیسر : شکریے کی ضرورت نہیں۔ یہ سب کچھ اپنے کام کو مدِنظر رکھکر کیا ہے۔ اور جو آپ کی کسی بات کا مجھے رنج ہؤا اس کو بھی نظرانداز کرنا چاہیئے۔ اب آپ فوراً وارڈ نمبر ۱۳ میں تشریف لے جائیں (ٹیلیفون اٹھاکر) سسٹر دیکھو ڈاکٹر گیلن کو وارڈ نمبر ۱۳ میں لے جاؤ (ٹیلیفون رکھ کر)
ہاں تو یہ بتایئے آپ کا یہ کام کب تک ختم ہو جائیگا؟

گیلن : چھ ہفتوں میں ٭

پروفیسر : خوب! اتنی جلدی؟ معلوم ہوتا ہے آپ ڈاکٹر ہی نہیں جادوگر بھی ہیں ٭

گیلن : (دروازے کی طرف جاتے ہوئے) پروفیسر صاحب! آپ کا بے حد ممنون ہوں۔

پروفیسر : (قلم اٹھاتے ہوئے) آداب عرض۔

گیلن : شکریہ۔ آداب عرض۔

(پروفیسر اس کو پیچھے سے دیکھتا رہتا ہے پھر اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور جاکر آئینے میں اپنے چہرے کو غور سے دیکھتا ہے)

پروفیسر : (آئینے میں صورت دیکھ کر) نہیں ... کچھ نہیں ..... ابھی کچھ نہیں۔

تیسرا منظر

اسی شام کو

ایک متوسط درجے کے گھرانے میں نشست کا کمرہ۔ باپ اخبار پڑھ رہا ہے، ماں کچھ بُن رہی ہے اور لڑکی کوچ پر بیٹھی ناول پڑھنے میں محو ہے۔

باپ: (میز کے پاس بیٹھا ہُوا) توبہ! سفید وبا، سفید وبا، اس سفید وبا نے ہمارا ناک میں دم کر دیا، ہمیں اپنے دکھڑے نہیں چھوڑتے یہ اخبار والے اور بھی تنگ کرتے ہیں،

ماں : سُنا ہے جو بُڑھیا چوتھی منزل پہ رہتی ہے سخت بیمار ہے، اب کسی کو اس کے پاس آنے نہیں دیتے، کہتے

ہیں پلیگ ہے۔

باپ: نہیں، پلیگ نہیں، (اخبار دیکھتے ہوئے) پروفیسر سائی گیلیں کا بیان بالکل صحیح ہے، اس نے وہی کہا ہے جو میں کہتا تھا۔

ماں: تم کیا کہتے تھے؟

باپ: میں نہ کہتا تھا یہ کوڑھ وڑھ سب بکواس ہے، یونہی کوئی ایک آدھ آدمی بیمار پڑا، اخبار والوں نے اٹھا کے رائی کا پہاڑ بنا دیا اور بیماری بھی کیا ہے؟ کسی کو ذرا سردی لگی، دو دن بستر سے میں لیٹا، سمجھ لیا سفید وبا ہے، اب موت آئی، کیا فضول حرکت ہے!

ماں: نہیں نہیں، آپا کہتی تھیں ہمارے محلے میں سینکڑوں آدمی اس بیماری سے مر چکے ہیں۔

باپ: فضول خواہ مخواہ کا اندیشہ۔

ماں: اور قہوہ دوں؟

(دھیمی آواز سے گاتی ہوئی باہر جاتی ہے)

لڑکی: امی آج بہت خوش معلوم ہوتی ہیں.... ہاں تو ابا جان! آپ کے میچ کا کیا ہوا؟

باپ: اچھا رہا، ہم برابر تھے، فیصلہ کن پوائنٹ میں نے ہی جیتا، گیارہ اور دس سے مارا انہیں۔

(ماں واپس آتی ہے)

(قہوہ پیالی میں ڈالکر شوہر کو دیتی ہے)

ماں : یہ لو قہوہ

باپ : رکھ دو، شکریہ

ماں : کس کے ساتھ تھا میچ ؟

باپ : فونڈری والوں کے ساتھ *

ماں : اور تمہارا دفتر جیت گیا ؟

باپ : ہاں ہم جیت گئے، یہ سب راس بوڑھے کی طفیل ہے، ورنہ جیتنا کوئی آسان نہ تھا اب کپ ایک سال اور ہمارے پاس رہے گا *

ماں : (اخبار پڑھتے ہوئے) کہتے ہیں یہ مرض پہلے پورب میں شروع ہوا تھا *

باپ : وہی بات ہوئی نا جو میں نے کہی تھی؟ ان مشرقی ملکوں کو اپنی حکومت کے ماتحت کر لینا چاہئے۔ قانون اور امن سب کچھ۔ معلوم نہیں ابھی تک انہیں رہنے کیسے دیا، یہ تو مہذب لوگوں کے لئے خطرناک ہیں۔ ہے کیا ان میں؟ فاقہ۔ غلاظت۔ نالیاں تک تو ہیں نہیں *

ماں : کہتے ہیں بڑا ظالم مرض ہے، کسی سے ہاتھ ملاؤ تو لگ جاتا ہے *

باپ: (اخبار دیکھتا ہے) اچھا؟ یہ بات ہے تو پھر کچھ نہ کچھ کرنا چاہیئے اور فوراً +

ماں: کیا کرنا چاہیئے؟

باپ: الگ بند کر دیا جائے ان کوڑھیوں کو، جہاں کوئی بیمار ہُوا فوراً وہاں پہنچا دیا، .... (وقفہ)
اس بوڑھی عورت کو اوپر کیوں رکھا ہے؟ سخت بیہودگی ہے +

ماں: بیچاری اکیلی پڑی ہے مجھے ترس آتا ہے، سوچتی تھی کہ اس کے لئے تھوڑی سی یخنی بنا کے لے جاؤں +

باپ: قطعاً نہیں، بیماری خریدنی ہے؟ ہمیں بھی پھنساؤ گی اچھی بات کی ہے! کچھ کرنا ہے تو سیڑھیوں پر دوائی چھڑکو،

ماں: کونسی دوائی؟

(باپ جواب نہیں دیتا، وہ اخبار پڑھنے میں محو ہے)

باپ: (اخبار پڑھتے ہوئے) یہ شخص پاگل ہو گیا ہے +

ماں: کون؟

باپ: یہ اخبار کا رپورٹر، ایسی چیزیں اخبار میں بالکل نہیں چھپنی چاہئیں۔ گدھا کہیں کا!

ماں: کیوں کیا ہُوا؟

باپ: کہتا ہے کوئی شخص اس بیماری سے بچ نہیں سکتا،

کم و بیش پچاس سال کی عمر والے کو تو کبھی نہ کبھی ہو کر رہے گی۔

ماں: دکھاؤ نا!

(باپ غصے میں اٹھ کھڑا ہوتا ہے اخبار کو میز پر پھینک دیتا ہے الماری، Sideboard کی طرف جا کر انگیٹھی کا رُخ کرتا ہے)

باپ: تعجب ہے اخباروں میں ایسی لغویات کیوں چھپتی ہیں، میں یہ اخبار ہی نہیں خریدوں گا، لیکن پہلے یہ جتا کے۔

ماں (جو اس اثنا میں اخبار اٹھا لیتی ہے اور پروفیسر کے بیان کو پڑھتی ہے) لیکن یہ تو خود پروفیسر کا بیان ہے کہ کم و بیش پچاس سال کی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

باپ: کوئی بھی ہو اس سائنس اور تہذیب کے زمانے میں ایسی پوچ بات کہنا، توبہ ہے! کوئی سمجھے وہی جہالت کا زمانہ ہے، کہ بیماری آئے اور پھیل جائے (وہ کچھ دیر کے لئے رک جاتا ہے اور سوچتا ہے) البتہ کل ہمارے دفتر میں ایک آدمی اسی بیماری سے مر گیا، وہ تو ۴۵ سال ہی کا تھا، اگر پچاس ہی کے لگ بھگ لوگوں کو ہو تو خوب ہے۔ لیکن آخر ان کو کیوں؟

لڑکی: (ناول سے نظر ہٹا کر) کیوں ابا؟ اس واسطے کہ یہ لوگ مریں اور نوجوانوں کو روٹی ملے، آجکل بوڑھے اتنے زیادہ

ہو گئے ہیں کہ ہمارے لئے دنیا میں کوئی گنجائش ہی نہیں

باپ: سبحان اللہ! (بیوی سے) سُنا ہے کیا کہتی ہے؟ (لڑکی سے) شاباش بیٹی! تمہارے ماں باپ نے تو تمہارے لئے کچھ کیا ہی نہیں، لہو پسینہ ایک کیا، تمہیں پالا پوسا نہیں، نہیں، وہ تو تمہارے لئے بوجھ تھے راستے کی رکاوٹ، اور اب کیا ہے، ساری عمر مصیبتیں اٹھانے کے بعد مرجائیں تاکہ تمہیں جگہ ملے۔ سمجھ گیا بیٹی! یہ اچھوتے خیال کہاں سے سیکھے؟

ماں: اس کا یہ مطلب نہیں تھا،

باپ: اور کیا مطلب تھا، صاف تو کہتی ہے، (بیٹی سے) ٹھیک ہے بیٹی! ہمیں پچاس سال کی عُمر میں مرجانا چاہئے تمہیں آسانی ہو گی،

لڑکی: میرا مطلب کوئی آپ سے تھوڑا ہی تھا! اور بھی تو ہیں؟

باپ: تو پھر خاک ہے مطلب تمہارا؟ جب تم کہتی ہو پچاس سال کے لوگوں کو مرنا چاہئے تو پھر میں یہ نہ سمجھوں تو اور کیا سمجھوں؟ شاباش چاہتی ہو شاباش!

لڑکی: میں تو عام بات کر رہی تھی، آخر نوجوانوں کی یہی حالت ہے نا، مارے مارے پھر رہے ہیں۔ روٹی کما

کھانے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، اتنی نوکریاں آئیں تو کہاں سے؟ کچھ نہ کچھ تو ہونا چاہیئے ورنہ میری عمر کے لوگوں کا گزارا کیسے ہوگا، بیاہ شادی کی کیا صورت ہوگی؟

باپ: ہاں تو اس سے بڑھ کر پھر.....

ماں: ایک طرح سے تو ٹھیک کہتی ہے،

باپ: ٹھیک کہتی ہے، کیا کہنے! (لڑکی سے) ہاں جناب کی سہولت کے لیئے ہم سب کو کوڑھ سے مر جانا چاہیئے۔ ایک ہی کہی؟

(لڑکا داخل ہوتا ہے ٹوپی (sideboard) پر رکھ دیتا ہے اور اپنی ماں کی طرف جاتا ہے) بس تو تمہارے مزے ہیں ٭

لڑکا: امّی کیوں؟ کیا ہوا؟

ماں: کچھ نہیں بیٹا، تمہارے ابا جان نے اخبار میں "سفید وبا" کے بارے میں کچھ پڑھا ہے، ناراض ہو رہے ہیں ٭

لڑکا: (الماری کی طرف جاکر اور بیئر کا ایک گلاس لے کر) لیکن کیوں؟

لڑکی: محض اس لئے کہ میں نے کہا کبھی نہ کبھی کچھ ہونا چاہیئے تاکہ ہماری عمر کے لوگ بھی زندہ رہ سکیں،

لڑکا: (انگیٹھی کے پاس بیٹھ کر) سبحان اللہ یہ بھی کوئی ناراض ہونے کی بات ہے، ابا تعجب ہے آپ پر، آج کل تو سبھی

یہ کہہ رہے ہیں'

باپ: (sideboard کی طرف جاکر اور بئیر کا گلاس پی کر) سبھی؟ نوجوان گدھے' اور شاید جناب کا بھی یہی خیال ہے؟

لڑکا: مجبوری ہے +

(باپ میز کے پاس بیٹھ جاتا ہے)

اگر یہ وبا نہ ہو تو پھر کوئی مجھے بتا دے' ہماری عمر کے لوگوں کو نوکری کیسے مل سکتی ہے؟ لڑکیوں کی تو بات ہی نہ پوچھو' ان کے لئے تو کوئی موقع ہی نہیں.... بیاہ تک نہیں ہو سکتا +

لڑکی: بالکل'

لڑکا: اور میرا کیا حال ہوگا؟

باپ: تمہارا؟

لڑکا: کتابیں رٹنے کا کیا فائدہ نوکری تو ملنے سے رہی تاوقتیکہ جنگ نہ چھڑے +

باپ: جانِ من! لڑنا ہی پڑے گا' ٹیڑھا زمانہ آگیا ہے۔ آوارہ گردی سے کام نہیں چلے گا +

لڑکا: جو پاس ہو گئے ہیں انہیں کیا مل گیا ہے۔ خیر زمانہ بدلنے والا ہے +

باپ: ہاں' جب میری عمر کے لوگ مر جائیں گے +

لڑکا : بالکل، مرنے تو لگے ہیں جو کہیں رک نہ جائیں ٭

(لڑکا سگرٹ سلگاتا ہے اور اپنے غضبناک باپ کی طرف نڈر ہوکر مسکراتا ہوا دیکھتا ہے) (پردہ)

چوتھا منظر

ایک مہینہ بعد

منظر : کلینک، وارڈ نمبر ۱۲ اور ۱۳ میں جانے کا راستہ (غلام گردش) ان وارڈوں کے دروازے نظر آتے ہیں،

(پروفیسر داخل ہوتا ہے اور اس کے پیچھے مختلف قوموں کے مشہور و معروف ڈاکٹروں کا ایک گروہ ہے، اس کے ساتھ پہلا اور دوسرا اسسٹنٹ ہے، پروفیسر ظاہرا بہت خوش نظر آتا ہے)

پروفیسر : صاحبان! ہسپتال کے یہ دو نہایت ضروری وارڈ ہیں۔ یقین ہے آپ ان میں ضرور دلچسپی لیں گے۔

Par ici chers confreres.

Ich bitte meine verehrten Herren Kollegen, herein zutreten

حضرات تشریف لائیے ٭

(پروفیسر بڑے فخر کے انداز میں وارڈ نمبر ۱۳ کا دروازہ کھولتا ہے اور انہیں ساتھ لے جاتا ہے۔ دونوں اسسٹنٹ باہر کھڑے رہتے ہیں وارڈ نمبر ۱۳ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے، پہلا اسسٹنٹ دوسرے کے قریب جاتا ہے اور راز دارانہ انداز میں بات کرتا ہے)

پہلا اسسٹنٹ: یہ بوڑھے میاں لمبے معائنے کرانے لگ گئے ہیں +

دوسرا 〃 : اس نے جلدی نہ کی تو آج کھانا بھی نصیب نہ ہوگا +

(بینچ پر بیٹھ جاتا ہے)

پہلا 〃 : گیلن کوئی دن اور یہاں رہا تو فخر کے باعث اس بوڑھے کا دماغ ٹھکانے نہیں رہے گا

دوسرا 〃 : کیوں نہ ہو اپنی زبان دانی دکھانے کا موقع ملتا ہے +

پہلا 〃 : ذرا گیلن کے مریضوں کو دوبارہ بیمار ہو لینے دو یہ فخر و غرور سب جاتا رہے گا +

دوسرا 〃 : کیوں؟ بیمار کیسے ہوں گے؟

پہلا 〃 : بھئی! اگر اسے اپنے علاج پر بھروسہ ہے تو

اسے چھپانے کی کیا ضرورت ہے؟ خیر میں تو کلینک
سے تنگ آگیا ہوں جا رہا ہوں ٭
(سگرٹ سلگاتا ہے)

دوسرا اسسٹنٹ: سگرٹ پینا منع ہے ٭
پہلا " : کچھ پروا نہیں،
دوسرا " : کیوں؟
پہلا " : مجھے شہر کے اچھے حصوں میں کنسلٹنگ رومز
کا پتہ ملا ہے۔ بھیّا ہم تو وہیں اپنی پریکٹس
چلائیں گے۔ اور سُن لو اسی مرض چپنگ کا
علاج کروں گا ٭
دوسرا " : اور غالباً علاج گیلن کے طریقے پہ کروگے؟
پہلا " : طریقۂ لی انتھل کلینک۔ اس علاج کا بہت چرچا
ہورہا ہے! اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے ٭
دوسرا " : خاک پتہ ہے تمہیں گیلن کے علاج کا!
پہلا " : میرے مطلب کے لئے کافی ہے ٭
(اٹھ کھڑا ہوتا ہے)
وارڈ نمبر ۱۳ کی سسٹر نے ایک بات بتائی ہے
کہ گیلن زرد رنگ کا انجکشن دیتا ہے ہر ایک وارڈ
میں عارضی آرام کے لئے جو دوائی دی جارہی ہے

میں نے اُن کو ملا کر پیلا رنگ دے دیا ہے۔ کہو کیسی سوجھی؟

دوسرا اسسٹنٹ: اس کا فائدہ؟

پہلا 〃 : فائدہ نہ ہوگا تو نقصان بھی کوئی نہیں، میں نے خود استعمال کرکے دیکھی ہے۔ بات یہ ہے مریضوں کو افاقہ ضرور ہو جاتا ہے۔ عارضی طور پر۔ یہاں سے جانے کے بعد ہی علاج شروع کروں گا (اٹھ کھڑا ہوتا ہے، وارڈ نمبر ۱۳ کے دروازہ کے پاس جاتا ہے اور کان لگا کر سنتا ہے) سنتے ہو بوڑھا پروفیسر کیا کہہ رہا ہے؟

(پروفیسر کی نقل کرتا ہے) "صاحبان! بعض وجوہات کی بنا پر ہم اس علاج کی تفصیلات کا فی الحال اعلان نہیں کر سکتے" کتنا مکار ہے! میری طرح اُسے خاک بھی پتہ نہیں، لیکن باتیں کرنا جانتا ہے اور آجکل اسی کی قدر ہے (اسے کوئی خیال سوجھتا ہے) یار! یہ تو بتاؤ میرے کام شروع کرنے سے پہلے گیلن اپنے علاج کا اعلان تو نہیں کر دے گا؟ کیا خیال ہے تمہارا؟

دوسرا اسسٹنٹ: اگر کر دے تو تمہارے مریضوں کی جانیں تو بچ جائیں گی *

پہلا 〃 : خیر ابھی اس کی فکر کرنا فضول ہے، گیلن کا پروفیسر سے وعدہ ہے کہ جب تک ہسپتال میں ہے باہر کے مریضوں کو نہیں دیکھ سکتا، اگر یہی معاملہ ہے تو پھر میرے لئے کافی گنجائش ہے *

(بینچ پر بیٹھ جاتا ہے)

دوسرا 〃 : گیلن اپنے وعدے پہ قائم رہے گا

پہلا 〃 : وہ بھی عجب خبطی ہے، اپنا کاروبار چھوڑ کے آیا، یہاں سے ایک پیسہ نہیں لیتا ۔ خدا جانے کس چیز پہ گزارہ کرتا ہے؟ معلوم ہوتا ہے اسے پیٹ بھر کے کھانا بھی نہیں ملتا *

دوسرا 〃 : کچھ باسی ٹکڑے جیب میں لئے پھرتا ہے، وہی کھا کے گزارا کرتا ہے *

پہلا 〃 : سنا ہے کل سسٹر اس کے لئے دوپہر کا کھانا لے جارہی تھی، سپرنٹنڈنٹ نے روک دیا کیونکہ کلینک کی طرف سے جن لوگوں کو مفت

کھانا ملتا ہے ان میں اس کا نام نہیں تھا۔

دوسرا اسسٹنٹ: بھئی کوئی خاص وجہ ہے جو گیلن اپنا علاج کسی کو نہیں بتاتا، کل کی بات ہے میں نے اپنی والدہ کے علاج کے لئے کہا، اُس کی گردن پہ سفید داغ نکل آیا ہے، کہنے لگا میں پروفیسر سے وعدہ کر چکا ہوں ہسپتال کے مریضوں کے علاوہ کسی اور کا علاج نہیں کر سکتا، بیچارہ افسوس کرتا تھا۔

پہلا 〃 : پھر تم نے کیا کہا؟

دوسرا 〃 : میں پروفیسر کے پاس گیا، اس سے کہا کہ میری والدہ کا معاملہ ہے اس بارے میں تو رعایت ہونی چاہئے،

پہلا 〃 : تو بڈھے نے کیا کہا؟

دوسرا 〃 : کہنے لگا جناب میری کلینک میں کسی کی رعایت نہیں ہو سکتی، خُدا غارت کرے اُسے!

پہلا 〃 : اچھا! انکار کر دیا ـــــ بوڑھا ـــــ

(فوراً اٹھ کھڑا ہوتا ہے)

(پروفیسر وارڈ نمبر ۱۳ سے باہر آتا ہے، اس کے پیچھے ڈاکٹر ہیں، جو کچھ دیکھ کر آتے ہیں اس پر تعجب

اور انبساط کا اظہار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں)

پہلا ڈاکٹر : پروفیسر صاحب! کمال ہے آپ کا، بہت بہت مبارک ہو!

تیسرا ڈاکٹر : معجزہ کہنا چاہیئے!

دوسرا ڈاکٹر : بڑے معرکے کی بات ہے!

(ڈاکٹر دروازے کی طرف باتیں کرتے ہوئے جاتے ہیں چوتھا ڈاکٹر پیچھے پروفیسر سے باتیں کرنے کے لئے رک جاتا ہے)

چوتھا ڈاکٹر : پروفیسر صاحب! اس شاندار کامیابی پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

پروفیسر : (انکسار سے) میں کون ہوں صاحب! یہ سب کامیابی کلینک کی ہے،

چوتھا ڈاکٹر : یہ فرمائیے، اس وارڈ میں وہ پست قد آدمی کون تھا؟

پروفیسر : وارڈ نمبر ۱۳ میں؟ وہ ... . وہ ڈاکٹر ہے، اس کا نام ہے؟ .... (تامل کے بعد) ابھی عرض کرتا ہوں .... اس کا نام گیلن ہے،

چوتھا ڈاکٹر : آپ کا اسسٹنٹ ہوگا؟

پروفیسر : نہیں، اونہہ .... وارڈ میں اِدھر اُدھر گھومتا

رہتا ہے، غالباً وہ یہ دیکھنے کے لئے آتا ہے کہ ہم اس مرض کا علاج کیسے کرتے ہیں، ڈاکٹر للی انتھل کے پرانے شاگردوں میں سے کوئی ہے۔

چوتھا ڈاکٹر : آپ کی یہ کامیابی معجزے سے کم نہیں، ہاں تو ایک گزارش ہے میرے ایک مریض ہیں انہیں خاص ہی مریض کہنا چاہیئے، وہ . . . .

(اس کے کان میں کچھ کہتا ہے)

پروفیسر : (تعجب اور ہمدردی کے انداز میں) واقعی؟ بڑا افسوس ہے!

چوتھا ڈاکٹر : تو اسے آپ کے پاس بھیجدوں؟

پروفیسر : بیشک، اسے اتنا کہہ دیجئے کہ یہاں آئے تو سیدھا مجھے آکے ملے، ہم نے ابھی تک کسی باہر کے مریض کا علاج شروع نہیں کیا، لیکن . . . . .

چوتھا ڈاکٹر : سمجھتا ہوں، لیکن پروفیسر صاحب یہ . . . .

پروفیسر : چونکہ آپ کا دوست ہے . . . . .

چوتھا ڈاکٹر : اور پھر یہ بھی دیکھئے وہ ہے کون؟ آپ کا بہت بہت شکریہ۔

پروفیسر : شکریہ کی کوئی بات نہیں، جو خدمت مجھ سے ہو سکے گی کروں گا ✤

(دونوں باہر جاتے ہیں، ان کے چلے جانے کے بعد پہلا اسسٹنٹ دوسرے اسسٹنٹ سے خطاب کرکے)

پہلا اسسٹنٹ : سُنا ہے؟ کسی کی جیب خالی ہونے والی ہے ✤

(وارڈ نمبر ۱۳ کا دروازہ کھلتا ہے اور گیلن سر باہر نکالتا ہے)

گیلن : چلے گئے؟

دوسرا اسسٹنٹ : ابھی گئے، کچھ چاہیئے؟

گیلن : نہیں، شکریہ ✤

پہلا اسسٹنٹ : (دوسرے اسسٹنٹ سے) آؤ کھسک جائیں ورنہ کھانا بھی نصیب نہیں ہوگا ✤

(دونوں باہر جاتے ہیں ان کے چلے جانے کے بعد گیلن اِدھر اُدھر احتیاط سے نظر ڈالتا ہے، اور جب اسے اطمینان ہو جاتا ہے کہ وہاں اس کے سوا اور کوئی نہیں تو بینچ پر بیٹھ جاتا ہے اور جیب سے روٹی کے ٹکڑے نکالتا ہے، چند لمحوں کے بعد پروفیسر واپس آتا ہے ابھی تک خوشی کے عالم میں ہے)

پروفیسر : آہا! تمہاری تلاش ہی میں تھا، بھئی میری طرف

سے مُبارک ہو تمہیں، یہ لوگ تمہارے کام سے بے حد خوش ہوئے، (اس کے پاس بیٹھ کر) بڑی شاندار کامیابی ہے!

گیلن : (جو ابھی روٹی کھانے میں مصروف ہے) کامیابی کہنے سے پیشتر بہتر ہوگا کہ ہم انتظار کریں۔

پروفیسر . ہاں ضرور لیکن نتیجے اتنے اچھے ہیں کہ غالباً کامیابی ہوگی۔ میں نے سُنا ہے مارشل صاحب خود معائنے کے لئے آرہے ہیں، ہاں تو کہیں بھول نہ جاؤں، تمہیں ایک باہر کے مریض کا علاج کرنا ہے۔

گیلن : آپ جانتے ہیں میرا اور آپ کا سمجھوتہ کیا ہے؟

پروفیسر : بھئی جانتا ہوں اور یہ بات درست بھی ہے لیکن یہ مریض میں نے خاص طور پر تمہارے لئے چنا ہے۔

گیلن : کیوں؟

پروفیسر : بہت ضروری مریض ہے، دوست!

گیلن : (آہستگی سے) یہاں کام شروع کرنے سے پہلے یہ فیصلہ ہو گیا تھا کہ وارڈ نمبر ۱۳ کے مریضوں کے علاوہ کسی اور کا علاج نہیں کروں گا۔

پروفیسر : بالکل ٹھیک ہے لیکن تمہیں اس بارے میں کچھ نہ کچھ رعایت کرنی ہوگی۔

گیلن : جب تک یہاں کا کام ختم نہیں ہوتا اور کسی مریض کو نہیں دیکھوں گا۔

پروفیسر : لیکن گیلن! میں تو وعدہ کر چکا ہوں۔

گیلن : مجھے بے حد افسوس ہے۔

پروفیسر : (اٹھ کر) کلینک کا انچارج میں ہوں، یہاں جو کام کر رہے ہیں، انہیں میری مرضی کے مطابق کام کرنا پڑے گا۔

گیلن : (اٹھ کر) اگر آپ اس مریض کو وارڈ نمبر ۱۳ میں داخل کرا دیں تو مجھے کوئی عذر نہیں۔

پروفیسر : (حیرانی سے) کہاں داخل کرا دوں؟

گیلن : وارڈ نمبر ۱۳ میں، لیکن بستر زمین پر لگانا ہوگا، چارپائی کوئی خالی نہیں۔

پروفیسر : (اس کے پاس جا کر) چھوڑو گیلن! کیا باتیں کر رہے ہو! بھلا مریضوں کو یوں ہسپتال میں دھکیلنا بھی کوئی طریقہ ہے، اور خاص کر وارڈ نمبر ۱۳ میں، تم سمجھتے نہیں، وہ نہایت دولتمند ہے اور بڑا آدمی (اطمینان کا لہجہ اختیار کرتے ہوئے)

کوئی معقول بات کرو نا،

گیلن : پروفیسر صاحب! میں صرف وارڈ نمبر ۱۳ میں کام کروں گا (وارڈ نمبر ۱۳ کے دروازے کے پاس جاکر مڑکر) اچھا آپ کی اجازت ہو تو میں اپنے مریضوں کے پاس جاؤں، آپ کے مہمانوں نے میرا بہت سا وقت ضائع کر دیا۔

پروفیسر : ڈاکٹر! تم بھی کمال کے آدمی ہو!

(گیلن وارڈ نمبر ۱۳ کی طرف جاتا ہے)

گیلن : آپ کی نوازش۔

(گیلن جلدی سے وارڈ نمبر ۱۳ میں داخل ہوتا ہے اور پروفیسر غضبناک ہوکر بند دروازے کی طرف دیکھتا ہے)

پانچواں منظر

چند دنوں کے بعد - صبح کے وقت

منظر :- پچھلے منظر کی طرح غلام گردش، سلامی کی فوج کا ایک دستہ سفید اوپری وردی (overall) پہنے ہوئے ایک ہی جانب دو صفیں باندھے کھڑا ہے، ایک افسر اعلیٰ جسے اپنی اہمیت کا حد سے زیادہ احساس ہے دبی

ہوئی گھبراہٹ میں کام کر رہا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے
کوئی ضروری بات ہونے والی ہے وہ گھڑی کی طرف
بے تابانہ انداز میں دیکھتا ہے، اچانک دوسرا اسسٹنٹ
داخل ہوتا ہے، اس کا سانس پھولا ہوا ہے)

دوسرا اسسٹنٹ: (داخل ہوکر) حضور!

افسر اعلیٰ : کیا ہے؟

دوسرا اسسٹنٹ: مارشل صاحب آنے ہی والے ہیں +

افسر اعلیٰ : دیکھو! پھر دہرا لیں، سوائے ان دو کے باقی سب وارڈ بند رہینگے اور اسٹاف کے تمام ممبر باہر ہال میں باقاعدہ کھڑے ہوں گے +

دوسرا اسسٹنٹ: جناب وہ ہال میں موجود ہیں +

افسر اعلیٰ : تو تم لوٹ جاؤ +

(وہ گھبراہٹ کے عالم میں لیک کے باہر جاتا ہے)

دیکھو مارشل بس آنے ہی والے ہیں +

(اوپری وردی پہنے ہوئے لوگ فوجی انداز میں باقاعدہ کھڑے ہو جاتے ہیں)

تمہارے لئے یہ حکم ہے کہ مارشل اور اس کے ہمراہیوں کے علاوہ کوئی اور آدمی یہاں سے گزرنے نہ پائے،

(اس موقع پر باہر سے سلامی کی آواز آتی ہے)
مارشل آگئے ہیں
(لوگ باقاعدہ (*attention*) کھڑے ہوجاتے ہیں افسر اعلیٰ آخری نظر پھر انہیں دیکھتا ہے کہ کہیں ان کے فوجی انداز میں کوئی کسر رہ تو نہیں گئی اور پھر آہستہ سے پیچھے جا کھڑا ہوتا ہے، ایک سسٹر وارڈ نمبر ۱۳ سے نکل کر آتی ہے۔ اور باہر چلی جاتی ہے لوگ بدستور اسی باقاعدگی سے کھڑے رہتے ہیں، چند لمحوں کے لیے خاموشی طاری ہوجاتی ہے پھر باہر کے دروازے پر مارشل کے خیر مقدم کی تقریر کی آواز سنائی دیتی ہے پھر کچھ وقفہ کے بعد مارشل چست انداز میں داخل ہوتا ہے اور سٹیج کے درمیان پہنچ جاتا ہے اس کے پیچھے پروفیسر، پال (*Paul*) جرنیل، کپتان اجیتان اور دوسرے لوگ ہیں، ان لوگوں کے گزرتے وقت پروفیسر گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتا ہے)

پروفیسر : (وارڈ نمبر ۱۲ کے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) یہ وارڈ نمبر ۱۲ ہے، عالیجاہ

یہاں صرف وہ مریض رکھے جاتے ہیں جن پر تجربہ کرنا ہو، وہ لوگ جو "مرضِ چنگ" میں مبتلا ہیں، ان کا علاج ہمارے اصلی علاج سے مختلف ہے تاکہ دونوں کا مقابلہ ہو سکے +

مارشل : ٹھیک، ہم ملاحظہ کریں گے +

(دروازے کی طرف جاتا ہے)

پروفیسر : لیکن عالیجاہ! میرے .... میرے خیال میں احتیاط لازمی ہے، یہ بیماری سخت وبائی ہے اور .... (تامل کرتا ہے) اور صرف یہی نہیں، یہاں جو مریض ہیں ان کی موجودہ حالت ناقابل برداشت ہے +

مارشل : (دروازے پر) سپاہیوں اور ڈاکٹروں کو ایسی برداشت کرنی ہی پڑتی ہیں ہم ضرور دیکھیں گے

(مارشل وارڈ نمبر ۱۲ میں داخل ہوتا ہے۔ پروفیسر اس کے پیچھے ادب سے کواڑ تھامے کھڑا رہتا ہے دوسرے لوگ اندر جاتے ہیں۔ دروازہ بند ہونے کے بعد ایک لمحہ کے لئے خاموشی طاری رہتی ہے۔ اس کے بعد وارڈ نمبر ۱۲ میں سے طبی منتظم (Medical-superintendent کی آواز سنائی دیتی ہے جو مریضوں کی حالت بیان کرتا

ہے۔ دفعتہً وارڈ کا دروازہ کھلتا ہے اور جرنیل کو دوسرا اسسٹنٹ تھامے ہوئے باہر لاتا ہے)

جرنیل	:	توبہ! کتنا بھیانک منظر ہے! یہاں تو کسی کو نہیں جانا چاہئیے، خُدا کا شکر ہے، یہاں کچھ ہوا تو ہے۔
		(وہ نڈھال ہوکر بنچ پر بیٹھ جاتا ہے)
اجیٹان	:	(گھبراہٹ کے عالم میں اِدھر اُدھر چلتے ہوئے) پروفیسر کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ لوگوں کو اس دوزخ میں دھکیل دے۔
پال	:	اُف اتنا خوفناک نظارہ!
وزیر صحت	:	(Minister of health) میں تو یہاں سے چلتا ہوں۔
		(باہر چلا جاتا ہے)
کپتان	:	حوصلہ کرو، کوئی بات نہیں۔
جرنیل	:	مارشل کو دیکھو ابھی تک اندر ہے۔
پال	:	اللہ جانے، کتنی برداشت ہے! میں ایک منٹ اور ٹھہرتا تو قے ہو جاتی۔
اجیٹان	:	(غضبناک ہوکر) ان گدھوں نے مارشل کو اندر کیوں جانے دیا، یہ سب کچھ دکھانا ضروری نہ

تھا۔ میں ان کی خبر لوں گا ✦

پال : (خوف کے باعث اس کی زبان میں لکنت آ جاتی ہے) اس آدمی کو دیکھا تھا۔کھڑ کھڑکی کے پاس ✦

جرنیل : (کھڑے ہو کر) خدا کے لئے اس کا ذکر نہ کرو، خدا ایسی چیز پھر نہ دکھائے۔ میں نے بڑے بھیانک نظارے دیکھے ہیں، ایسا کبھی نہیں دیکھا ✦

اجیٹان : خبردار . . . .

(مارشل، پروفیسر اور ڈاکٹروں کے ہمراہ باہر آتا ہے، یہ لوگ باقاعدہ کھڑے ہو جاتے ہیں، مارشل سکون اور اطمینان کی حالت میں ہے، لیکن وہ دوسروں کو گھبرائے ہوئے پاتا ہے)

مارشل : صاحبان! کوئی خوشکُن نظارہ نہیں، کیا خیال ہے؟ (پروفیسر سے) آگے چلیں؟

پروفیسر : (وارڈ نمبر ۱۳ کے دروازے کی طرف جا کر) عالیجاہ! یہ وارڈ آپ کے لئے خاص طور سے دلچسپی کا موجب ہوگا، یہ پہلے وارڈ سے بالکل مختلف ہے، آپ تشریف لے چلیں اور دیکھیں اس میں ہم اپنا خاص علاج کرتے ہیں ✦

(مارشل سر کے اشارے سے حامی بھرتا ہے

پروفیسر آگے بڑھ کر دروازہ کھولتا ہے مارشل داخل ہوتا ہے اور اس کے پیچھے پیچھے پروفیسر اور ڈاکٹر جاتے ہیں فوجی اور دوسرے لوگ تامل کر کے رک جاتے ہیں لیکن پھر ہمت باندھکر ایک ایک کرکے داخل ہوتے ہیں دروازہ بند ہو جاتا ہے، خاموشی طاری ہو جاتی ہے اور سوائے پروفیسر کے اور کسی کی آواز سُنائی نہیں دیتی جو طریق علاج کے بیان کرنے میں مصروف ہے، اتنے میں اسٹیج کے باہر ایک احتجاجی آواز سنائی دیتی ہے)

آدمی کی آواز : پیچھے رہو، تم ادھر نہیں جا سکتے +

گیلن کی آواز : چھوڑو، کیا کر رہے ہو؟ مجھے اندر جانا ہے +

(افسر اعلیٰ آگے بڑھتا ہے اور دو آدمی اوپری وردی (overall) پہنے گیلن سے الجھتے داخل ہوتے ہیں)

افسر اعلیٰ : کیا بات ہے؟ چپ رہو، (گیلن کو دیکھتا ہے) اس کو کس نے آنے دیا؟ (گیلن سے) تم کیا چاہتے ہو؟

گیلن : مجھے اپنے مریضوں کو دیکھنا ہے +

(دوسرا اسسٹنٹ داخل ہوتا ہے)

افسر اعلیٰ : (دوسرے اسسٹنٹ سے) تم اس شخص کو جانتے ہو؟

دوسرا اسسٹنٹ: جناب! یہ ڈاکٹر گیلن ہیں +

افسر اعلیٰ : کون ڈاکٹر؟ یہ ہسپتال کے آدمی ہیں؟

دوسرا اسسٹنٹ: جی یہ وارڈ نمبر ۱۳ میں کام کرتے ہیں +

افسر اعلیٰ : (گیلن سے) ڈاکٹر صاحب! معافی چاہتا ہوں + (لوگوں سے) چھوڑ دو انہیں (گیلن سے خطاب کرکے) آپ کو ایک گھنٹہ پہلے پہنچنا چاہئے تھا، ہسپتال میں اعلان کر دیا گیا تھا +

گیلن : مجھے وقت نہیں ملا، میں مریضوں کے لئے دوائی بنا رہا تھا +

افسر اعلیٰ : ڈاکٹر صاحب! یہ کوئی معقول وجہ نہیں، شاید آپ کو پتہ نہیں مارشل آپ کے وارڈ میں ہیں، آپ کو فوراً جانا چاہئے +

دوسرا اسسٹنٹ: (افسر اعلیٰ کے کان میں) انہیں سرکاری طور پر نہیں بلایا گیا تھا +

(گیلن وارڈ نمبر ۱۳ کی طرف بڑھتا ہے)

افسر اعلیٰ : یہ بات ہے (گیلن سے) تو ڈاکٹر صاحب! آپ کو یہیں ٹھہرنا ہوگا، جب تک مارشل اس وارڈ میں ہیں آپ وہاں نہیں جا سکتے +

گیلن : لیکن میرا جانا ضروری ہے، وہاں میرے مریض...

افسرِ اعلیٰ : افسوس ہے آپ نہیں جا سکتے، ادھر آجائیے،

گیلن : صاحب مجھے ضرور جانا ہے، آپ کیا کہہ رہے ہیں؟

(افسرِ اعلیٰ اور دو اور آدمی اوپری وردی (overall) پہنے ہوئے گیلن کو غلام گردش سے باہر دھکیل کے لے جاتے ہیں، ایک لمحہ کے بعد مارشل، پروفیسر اور دوسرے لوگ وارڈ نمبر ۱۳ سے نکل کر آتے ہیں)

مارشل : پروفیسر صاحب! آپ کو مُبارک ہو، یہ کام آپ کا معجزے سے کم نہیں *

(پروفیسر کا چہرہ طمانیت سے تمتما اٹھتا ہے، اتنے میں وزیرِ صحت تمکنت سے آگے بڑھتا ہے اور مارشل کے مقابل کھڑا ہو کر اس کا شکریہ ادا کرتا ہے اور بظاہر ایک فی البدیہہ تقریر شروع کرتا ہے، لیکن ساتھ ساتھ ایک کاغذ کو جس پر کچھ نوٹ درج ہیں دیکھتا بھی جاتا ہے)

وزیرِ صحت : عالیجاہ! آپ ہماری قوم کے رہنما اور ہماری فوج کے سالار ہیں۔ ہمارے دلوں میں آپ کی محبّت اور عزّت ہے۔ اجازت دیجئے کہ میں وزارتِ صحت کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کروں، آپ نے آج ہسپتال کا معائنہ کرکے

ہماری عزت افزائی کی، میں اسے ذاتی فخر سمجھتا ہوں کہ . . . . . .

مارشل : شکریہ، (پروفیسر کی طرف دیکھ کر قطع کلام کرتے ہوئے) پروفیسر صاحب! اصل میں انہیں آپ کا ممنون ہونا چاہئے۔

(اس سے پروفیسر حد سے زیادہ خوش نظر آتا ہے)

پروفیسر : عالیجاہ، میں نہیں جانتا آپ کی اس کرم فرمائی کا شکریہ کس طرح ادا کروں، آپ کی تشریف آوری کی خوشگوار یاد ہمارے ذہنوں میں ہمیشہ تازہ رہیگی۔

(دوسرے لوگ زندہ باد مارشل کا نعرہ لگاتے ہیں)

ہم ڈاکٹروں کی کوششیں اس لیڈر کی کوششوں کے مقابلے میں ہیچ ہیں جس نے سفید وبا سے زیادہ خوفناک مرض کو جس کے علاج میں ہم مصروف ہیں روک دیا، یہ وبا نراج کی وبا ہے، وحشیانہ آزادی کی وبا ہے جس کے دنیا میں پھیل جانے کا سخت اندیشہ ہے،

(نعرہ)

اس وبا کو قومی تباہی کا مرض کہنا چاہئے، یہ

ایک پلیگ ہے، برباد کردینے والی کوششوں کی، اور اگر آپ بروقت ہماری رہنمائی نہ کرتے تو تمام ملک کا نظام درہم برہم ہو جاتا اور بالآخر نسل کی تباہی اور موت کا موجب بنتا

(یقیناً یقیناً کے نعرے دبی آواز میں)

پس بحیثیت ڈاکٹر کے میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اس موقع پر دنیا کے سب سے بڑے ڈاکٹر کا شکریہ ادا کروں، وہ ڈاکٹر جس نے ہم سب کو ایک مہلک قومی مرض سے نجات دلائی اور ایسے علاج کے ذریعہ نجات دلائی جو اگرچہ بعض اوقات شدید معلوم ہوتا تھا لیکن ہماری بہتری اسی میں تھی (مارشل کے سامنے تعظیماً جھکتا ہے)

(مارشل زندہ باد کے نعرے، مارشل پروفیسر سے ہاتھ ملاتا ہے)

مارشل : شکریہ، آپ کے کارنامے آپ کی شاندار کامیابی کی دلیل ہیں*

پروفیسر : (انکسار سے) عالیجاہ! آپ کی اس عنایت

کا شکریہ ۔

(مارشل چیتی سے باہر چلا جاتا ہے، جرنیل، پال، اجیٹان، کپتان، وزیر صحت اور پروفیسر اس کے پیچھے جاتے ہیں)

افسرِ اعلیٰ : حضرات۔ بس کام ختم ہُوا، شکریہ ——

(ہسپتال کے لوگ رخصت ہوتے ہیں)

(دوسرا اسسٹنٹ جلدی سے داخل ہوتا ہے)

افسرِ اعلیٰ : اخباروں کے نمائندے کہاں ہیں؟

دوسرا اسسٹنٹ : حضور وہ ملاقات کے کمرے میں بیٹھے ہیں۔

افسرِ اعلیٰ : تو انہیں یہاں بلا لو

(دوسرا اسسٹنٹ ملاقات کے کمرے کی طرف جاتا ہے اور افسرِ اعلیٰ بڑے دروازے کا رُخ کرتا ہے)

(دوسرے اسسٹنٹ کی آواز اسٹیج کے باہر سے سنائی دیتی ہے)

ادھر سے، ادھر سے آئیے، پروفیسر سائی گیلیئس ابھی آپ سے ملاقات کریں گے ۔

(ان اخباری نمائندوں کی جماعت داخل ہوتی ہے آگے آگے دوسرا اسسٹنٹ ہے وہ وارڈ نمبر ۱۲ کی طرف اشارہ کرتا ہے)

یہ وارڈ نمبر ۱۲ ہے، جب تک پروفیسر صاحب نہیں آتے آپ اسے دیکھ لیں، مارشل ابھی دیکھ چکے ہیں اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ ہمارے علاج کے بغیر یہ سفید مرض کس طرح بڑھتا ہے، لیکن میں یہی صلاح دوں گا آپ نہ دیکھیں +

(اخبار کے نمائندے اس وارڈ کا دروازہ کھولتے ہیں)

پہلا نمائندہ : (وارڈ سے باہر آتے ہوئے) توبہ! توبہ!! خدا کی پناہ، یہ تو دیکھا نہیں جاتا +

دوسرا " : یہاں سے نکلو، بڑی ہیبتناک ہے +

تیسرا " : ہیبتناک؟ یہ تو جہنم ہے! مارشل اندر گئے تھے؟

دوسرا اسسٹنٹ: ہاں،

پہلا نمائندہ : (ہمت باندھ کر) میں سمجھتا ہوں یہ لوگ تقریباً ختم ہو چکے ہیں +

دوسرا اسسٹنٹ: ایسا ہی ہے، لیکن وارڈ نمبر ۱۳ میں جا کے دیکھئے چند ہفتوں میں ہمارے علاج سے کتنا فرق پڑ گیا ہے، (وہ وارڈ نمبر ۱۳ کا دروازہ کھولتا ہے) آپ بے دھڑک چلے جائیں، کوئی

خطرے کی بات نہیں ٭

(نمائندے قدرے تامل کے بعد اس وارڈ میں داخل ہوتے ہیں، دوسرا اسسٹنٹ دروازہ بند کر دیتا ہے اور بینچ پر بیٹھ جاتا ہے، اتنے میں گیلن آجاتا ہے)

گیلن : (وارڈ نمبر ۱۳ کے دروازے کی طرف جاکر) اب تو میں اپنا کام شروع کرسکتا ہوں؟

دوسرا اسسٹنٹ: ہاں ...... دیکھا، اب تو کسی شک کی گنجایش نہیں، بہت بڑا آدمی ہے ٭

گیلن : کون؟

دوسرا اسسٹنٹ: مارشل، دو منٹ یہاں ٹھہرا رہا ٭

گیلن : (خفیف سے طعن آمیز انداز میں) کمال ہے!

(گیلن وارڈ نمبر ۱۳ میں جاتا ہے، پروفیسر داخل ہوتا ہے، بے حد خوش ہے)

دوسرا اسسٹنٹ: (اٹھتے ہوئے) اخباروں کے نمائندے وارڈ نمبر ۱۳ میں ہیں ٭

پروفیسر : میں ان لوگوں سے سر کھپانا نہیں چاہتا، خیر تین منٹ کے لئے بات کرنا چاہیں تو کرلیں ٭

دوسرا اسسٹنٹ: بہت اچھا، (وارڈ کا دروازہ کھول کر) صاحبان! پروفیسر صاحب آگئے ہیں ٭

(نمائندے وارڈ سے باہر آتے ہیں، جو کچھ دیکھا ہے اس پر متعجب ہیں)

نمائندے : (مل کر) کمال ہے صاحب! ... . اسے حیرت انگیز کامیابی کہنا چاہئے ...... یہ علاج ہے کیا؟ کس نے دریافت کیا؟

دوسرا اسسٹنٹ: پروفیسر سائی گیلیئس آپ کو بتائیں گے ۔

پروفیسر : صاحبان! (پروفیسر کی آواز سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر جذبات کا غلبہ ہے) معاف رکھئے اس وقت میری عجیب سی کیفیت ہے، اگر چند منٹ پہلے آپ دیکھتے کہ مارشل نے کس ہمدردی کا اظہار کیا اور پھر کس بڑی جرأت سے ان وارڈوں کا معائنہ کیا، ایک ایک مریض کے پاس پہنچے تو آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اِس وقت میری کیا حالت ہے، یہ ایک ایسا تجربہ ہے جسے میں عمر بھر نہیں بھول سکتا ۔

پہلا نمائندہ : پروفیسر صاحب! مارشل کیا کہتے تھے؟

پروفیسر : انہوں نے ہمارے کام کی ایسے الفاظ میں تعریف کی کہ اگر کوئی اور کرتا تو لوگ

سمجھتے خوشامد ہو رہی ہے ۔

دوسرا اسسٹنٹ: پروفیسر صاحب مجھے اجازت ہو کہ انہیں بتاؤں (اخباری نمائندوں سے) ان کے لفظ تھے "پروفیسر صاحب آپ کا یہ کام معجزے سے کم نہیں - شکریہ آپ کا ادا ہونا چاہئے' آپ کا یہ کارنامہ ایک شاندار کامیابی ہے"

پروفیسر : (انکسار سے) میں سمجھتا ہوں مارشل نے ہمارے کام کی قدر وقیمت کے اندازہ کرنے میں کسی قدر مبالغے سے کام لیا لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس سفید وبا کے حتمی علاج کا پتہ چل گیا ہے، میں فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ علاج ہماری قومی فتحیابی ہے، زیادہ فخر کی بات یہ ہے کہ یہ علاج میرے کلینک میں دریافت ہوا" للی انتھل کلینک میں"

(گیلن وارڈ نمبر ۱۲ کے دروازہ پر آتا ہے تھکا ہوا معلوم ہوتا ہے پروفیسر اسے دیکھتا ہے اور اسکی طرف جاتا ہے)

آہا! گیلن تم ہو! آجاؤ (نمائندوں سے خطاب

کرکے، یہ بھی ہمارے کام کرنے والوں میں
سے ہیں، اُن مجاہدوں میں سے جو اس مرض
کے خلاف جہاد کر رہے ہیں، ہمارے کام
میں شخصی کامیابی کوئی حیثیت نہیں رکھتی،
ہم شخصی کامیابی کو بنی نوع انسان کی
خاطر قربان کر دیتے ہیں (گیبن سے) شرماتے
کیوں ہو (نمائندوں سے) کلینک کے تمام
لوگوں نے یہاں تک کہ چھوٹی نرسوں نے
بھی اپنا فرض ادا کیا ہے اور مجھے اس بات
کی خوشی ہے کہ آج میں پبلک کی طرف
سے مبارکباد کا ہدیہ ان کی خدمت میں
پیش کر رہا ہوں +

(گیبن خاموشی سے یہ الفاظ سُنتا رہتا ہے)

پہلا نمائندہ : پروفیسر صاحب! کیا آپ اپنے علاج کی
تفصیلات ہمیں بتا سکتے ہیں؟

پروفیسر : اسے میرا علاج نہ کہئے، یہ میرا طریق علاج
نہیں، یہ للی انتھل کلینک کا طریق علاج ہے،
وہ کیا ہے؟ عنقریب دُنیا کے ڈاکٹروں کو
معلوم ہو جائے گا، اس سے زیادہ میں اس

وقت کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن اگر آپ واقعی اس آج کی تقریب کا چرچا کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو چاہیئے کہ آپ اپنے اخبار کو اس عظیم الشان ہستی کی تعریف کیلئے وقف کر دیں جس نے از سرنو اپنی جوانمردی کا ثبوت دیا ہے۔ بس اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مریض میرا انتظار کر رہے ہونگے خدا حافظ! اگر کسی اور بات کی ضرورت ہو تو بلا تکلف چلے آیئے

(پروفیسر جلدی سے باہر چلا جاتا ہے اخبار کے نمائندے اٹھ کر جانے لگتے ہیں)

نمائندے : کچھ اور تو نہیں؟

(گیلن آگے بڑھتا ہے اور انہیں جانے سے روکتا ہے)

گیلن : معاف کیجیئے، ایک ضروری بات رہ گئی ہے۔

پہلا نمائندہ : وہ کیا؟

گیلن : یہ بھی کہیئے میں ڈاکٹر گیلن ہوں، شہر کے غریب گندے علاقے کا ڈاکٹر۔

پہلا نمائندہ : بات کیا ہوئی؟ ہم کس سے کہیں؟

گیلن : دُنیا کے تمام بادشاہوں اور حکمرانوں کو، ان سے کہو کہ میری نہایت ادب سے درخواست ہے کہ لڑائیوں کو بند کردیں۔

(نمائندے اُس کی طرف حیران ہو کر دیکھتے ہیں)

تیسرا نمائندہ : لیکن صاحب! یہ تو بتائیے ہم یہ پیغام کیوں پہنچائیں؟

گیلن : دیکھئے! میں نے گذشتہ جنگ میں ڈاکٹر کی حیثیت سے کام کیا، یہ میری دلی خواہش ہے کہ آئندہ کوئی جنگ نہ ہو، آپ اتنا تو لکھ دیں۔

پہلا نمائندہ : (قدرے خوش طبعی سے) لیکن بھئی اس کا فائدہ کیا ہوگا؟ تمہارا خیال ہے، تمہاری ایسی بات سُن لینگے؟

گیلن : انہیں سُننا ہوگا!

(نمائندے متحیّر ہو کر اُس کی طرف دیکھتے ہیں)

دوسرا نمائندہ : یہ کہنے والا کون ہے؟

گیلن : میں ہوں، سفید وبا کا علاج میرا ہے، کسی اور کو اس کا پتہ نہیں، اور میں اُس وقت تک کسی کو نہیں بتاؤں گا جب تک وہ جنگ کو

ہمیشہ کے لئے بند کر دینے کا وعدہ نہیں کرتے ان سے صاف صاف کہہ دیجئے، کہہ دیجئے کہ یہ میرا الٹی میٹم ہے۔

تیسرا نمائندہ : خبر تو خوب ہے، لیکن اخباروں میں یہ چیز نہیں چلتی، یہ بہت بڑا دعویٰ ہے۔

گیلن : جو کچھ میں کہتا ہوں اگر آپ کو اُس کا یقین نہیں تو کلینک میں جس سے چاہیں پوچھ لیں، آپ لکھ دیں کہ ان کے زندہ جسم گل سڑ جائیں گے، کہہ دیں کہ یہ مرض کسی نسل یا بڑے چھوٹے کی تمیز نہیں کرتا، ہر ایک کو اس کا شکار ہونا پڑیگا، کوئی اس سے بچ نہیں سکتا۔

دوسرا نمائندہ : ٹھیک! لیکن اگر آپ کا کہنا درست ہے تو کیا آپ یہ گوارا کریں گے کہ تمام دنیا اس مرض کے ہاتھوں تباہ ہو جائے؟

گیلن : کیوں نہیں! جن لوگوں کے ہاتھ میں طاقت ہے جنگ کے ذریعے انسانی نسل کا خاتمہ کرنا گوارا کرتے ہیں؟ میں کیوں گوارا نہیں کر سکتا! فرق کیا ہے؟ اگر لوگ گولیوں اور

زہریلی گیسوں سے ایک دوسرے کی جانیں
تباہ کر سکتے ہیں تو ڈاکٹروں سے یہ توقع
کیوں کی جاتی ہے کہ وہ انہیں موت کے
پنجے سے نجات دلائیں، کاش آپ کو معلوم
ہوتا کہ ایک بچے کی جان بچانا بھی بعض
اوقات کتنا مشکل ہو جاتا ہے اب وہ پھر
جنگ کا ذکر کر رہے ہیں، جیسے یہ جنگ
کوئی بہت عظیم الشان مقصد ہے جسے پورا
کرنے کے لئے وہ دنیا میں پیدا ہوئے
ہیں +

تیسرا نمائندہ: لیکن آپ جنگ کے اس قدر خلاف
کیوں ہیں؟

گیلن : اس لئے کہ میں سمجھتا ہوں انسانی زندگی
ایک مُقدس چیز ہے +

پہلا نمائندہ : (اُس کی طرف جاتے ہوئے) یہ ٹھیک ہے
لیکن آپ جنگ کو روک کیسے سکتے ہیں؟

گیلن : یہ نہایت آسان بات ہے، اگر تمام قومیں
عہد کریں کہ جنگ نہیں ہوگی تو میں
انہیں اپنا علاج بتا سکتا ہوں آپ صرف

اتنا کریں کہ لوگوں سے کہہ دیں، اس
خوفناک مرض سے مت گھبراؤ اسکا علاج
مل گیا ہے، اپنے حاکموں، بادشاہوں سے
کہہ دیں کہ کوئی ایسی تدبیر نکالیں کہ ہمیشہ
امن قائم رہے اور اس میں کبھی کوئی
خلل واقع نہ ہو +

دوسرا نمائندہ : اس کی کوئی امید نہیں، بارہا تجربہ ہوچکا
ہے، آج کوئی بڑی حکومت یہ کرنے کے
لئے تیار نہیں +

گیلن کوئی تیار نہیں؟ تو کیا وہ یہ گوارا کرینگے
کہ لوگ خوفناک موت کا شکار ہو جائیں؟
لاکھوں انسان بیگناہ مصیبت میں گرفتار
ہوں؟ لیکن یہ بتائیے کیا یہ لاکھوں انسان
اس بات کو برداشت کریں گے؟ یہ بھی
یاد رکھئے اگر انہوں نے میری بات نہ مانی
تو ان تمام لوگوں کے جسم بھی جن کے
ہاتھ میں دنیا کی طاقت ہے بیماری کے
ہاتھوں سڑ جائیں گے، یہ انہیں بتا دیجئے
یقیناً وہ ڈر جائیں گے +

پہلا نمائندہ : اگر اس کے باوجود کوئی حکومت راضی نہ ہوئی تو؟

گیلن : تو میں اس حالت میں اپنا عِلاج کسی کو نہیں بتاؤں گا۔

(دوسرا اسسٹنٹ باہر جاتا ہے)

پہلا نمائندہ : اور آپ کیا کریں گے؟

گیلن : میں واپس چلا جاؤں گا اور کسی غریب گندے علاقے میں لوگوں کا علاج شروع کروں گا۔

پہلا نمائندہ : غریب علاقے میں کیوں؟

گیلن : اس لئے کہ وہ لوگ بیچارے بیکس ہیں جنگ میں لڑنا پڑتا ہے اور اس کا بوجھ اٹھانا ہوتا ہے، حالانکہ وہ لڑائی نہ چاہتے ہیں نہ کراتے ہیں۔

پہلا نمائندہ : اور آپ امیر لوگوں کا علاج کرنے سے انکار کر دیں گے؟

گیلن : یقیناً! انکار کر دینا میرا فرض ہوگا، امیر لوگوں کے ہاتھ میں طاقت ہے وہ چاہیں تو صلح ہو سکتی ہے، اسلاحات بنانے اور جنگی تیاریوں کی بجائے اگر روپیہ لوگوں

کی سماجی حالت بہتر کرنے کے لئے صرف
کیا جائے ......

(پروفیسر تیزی سے داخل ہوتا ہے)

پروفیسر : صاحبان! معاف کیجئے اس کلینک کا انچارج میں ہوں آپ فوراً یہاں سے چلے جائیں، ڈاکٹر گیلن کو تو دماغی تکان کا عارضہ ہے +

گیلن : جھوٹ ہے بالکل جھوٹ!

پروفیسر : اعصابی کمزوری کے باعث پاگل ہونے میں تھوڑی ہی کسر ہے، انہوں نے جو کچھ کہا ہو اُسے آپ بالکل بھول جائیں +

پہلا نمائندہ : لیکن پروفیسر صاحب! بات بڑی دلچسپ کی ہے +

باقی نمائندے: ہاں!

پہلا نمائندہ : ہم چاہتے ہیں کچھ اور معلوم کریں +

پروفیسر : افسوس ہے یہ نہیں ہو سکتا، آپ جانے سے انکار کرتے ہیں آپ کو معلوم نہیں ان دروازوں کے پیچھے کتنا وبائی اور مہلک مرض موجود ہے +

ایک اور نمائندہ: داستان ذرا دلچسپ تھی سُن لیتے تو اچھا

ہوتا ۔

پروفیسر : ڈاکٹر گیلن کچھ نہیں کہینگے ۔

تیسرا نمائندہ : زیادہ دیر نہیں لگے گی! ایک آدھ سوال اور پوچھنا ہے ۔

پروفیسر : (دوسرے اسسٹنٹ سے) ڈاکٹر پیڑسن! ان لوگوں کو باہر لے جائیے ۔

نمائندے : لیکن ..... پروفیسر صاحب ....

پروفیسر : دیکھئے! میں آپ سے کہہ چکا ہوں، یہ جگہ خطرناک ہے ۔

ایک اور نمائندہ : ہم یہ جانتے ہیں، لیکن ہم .....

پروفیسر : (تیزی سے) ڈاکٹر پیڑسن ان لوگوں کو باہر لے جائیے ۔

(اخبار کے نمائندے کبھی خاموش گیلن کی طرف دیکھتے ہیں اور کبھی پروفیسر کی طرف جو اس کے پاس کھڑا ہے اور سمجھ جاتے ہیں کہ وہاں ٹھہرنا بے سود ہے)

نمائندے : آؤ بھئی چلیں ۔ (دوسرا اسسٹنٹ نمائندوں کو باہر دھکیلتا ہے نمائندے اس پر معترض ہوتے ہیں)

پروفیسر : (گیلن سے دبے ہوئے غصّے کے انداز میں) گیلن! تم پاگل ہو گئے ہو؟ میں یہ لغو گفتگو برداشت نہیں کر سکتا، تمہیں پتہ ہونا چاہیئے اس بات کے لئے تمہیں گرفتار کیا جا سکتا تھا، خوش قسمتی سے میں اعلیٰ افسروں سے اتنا کہہ سکتا ہوں کہ یہ سب کچھ دماغی تکان کی وجہ سے ہے۔

گیلن : آپ جانتے ہیں کہ ایسی کوئی وجہ نہیں۔

پروفیسر : میرے ساتھ چلو یہی بہتر ہوگا۔

گیلن : کس واسطے؟

پروفیسر : دوائی کے پورے اجزا اور طریق علاج مجھے بتا دو اور پھر آرام کرو۔

گیلن : پروفیسر معاف کیجیئے، میں اپنے شرائط کا اعلان کر چکا ہوں۔

پروفیسر : یا تو تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے یا تم گرفتار ہونے پر تلے ہوئے ہو تم کیوں سیاسی حالات کو نہیں سمجھتے؟

گیلن : سمجھتا ہوں۔

پروفیسر : یاد رکھو تم ڈاکٹر ہو، اور بیماروں کا علاج

تمہارا فرض ہے، تمہیں صرف اسی کا خیال ہونا چاہیئے۔

گیلن : اور کیا ڈاکٹر کا یہ فرض نہیں کہ وہ لوگوں کو ایک دوسرے کے مارنے سے روکے؟ ہیں؟

پروفیسر : میں اس قسم کی بیہودہ بات یہاں سننے کے لئے تیار نہیں، آجکل ہمیں انسانی ہمدردی کے طرفہ منصوبے باندھنے کی فرصت نہیں، یہ سرکاری کلینک ہے، ہمارا کام سائنس اور قوم کی خدمت ہے۔

گیلن : (اس کی طرف جاتے ہوئے) کوئی وجہ ہے؟ کہ یہ قوم دنیا کے ساتھ دائمی صلح نہ کرے۔

پروفیسر : گیلن! گدھے مت بنو، تم تو انگریزوں کی سی باتیں کر رہے ہو۔ دیکھو میں آخری بار کہتا ہوں کہ کلینک کے انچارج ہونے کی حیثیت سے، مجھے اس علاج کی تفصیلات بتا دو۔

گیلن : میں ہرگز نہیں بتا سکتا۔

پروفیسر : تو پھر اس کے سوا چارہ نہیں کہ آپ فوراً یہاں سے چلے جائیں۔

گیلن : جیسے آپ کی مرضی، صرف اتنا کہوں گا کہ مجھے اس بات کا بے حد افسوس ہے۔

پروفیسر : اور تم سمجھتے ہو مجھے افسوس نہیں، تمہارا خیال ہے مجھے ان ہزارہا افسانوں کے مرجانے کا صدمہ نہ ہوگا جن کا علاج کرنے سے تم انکار کر رہے ہو؟ تم خیال کرتے ہو مجھے اس مضحکہ خیز حالت کا احساس نہیں جس میں تم مجھے چھوڑ کے جا رہے ہو؟ میں ساری دنیا کے سامنے اعلان کر چکا ہوں کہ ہمارے ہسپتال نے اس مرض کے علاج کو پالیا ہے، خیال کرو میری شہرت کا کیا حشر ہوگا، لوگ مجھ پہ ہنسیں گے، خیر مضائقہ نہیں میری زندگی تباہ ہوتی ہے تو ہو لیکن میں تمہارے اس کمینہ روّیہ کو برداشت نہیں کر سکتا، اگر ساری دنیا ہلاکت کا شکار ہوتی ہے تو ہو لیکن تمہارے اس امن پسندی کے ذلیل

نظریے کی تاب نہیں لا سکتا۔

گیلن : لیکن ڈاکٹر یوں گفتگو نہیں کیا کرتے۔

پروفیسر : میں صرف ڈاکٹر نہیں ہوں، میں ملک کا خادم بھی ہوں، ڈاکٹر گیلن! خُدا حافظ!

گیلن : خُدا حافظ۔

(گیلن آہستہ سے باہر جاتا ہے پروفیسر اُس کی طرف دیکھتا رہ جاتا ہے)

(پردہ)

دُوسرا ایکٹ

پہلا منظر

اُسی شام کو

پہلے ایکٹ کا تیسرا منظر - باپ داخل ہوتا ہے۔

ماں کپڑوں کو استری کر رہی ہے، خاموش ہے اور پہلے کی نسبت کچھ زیادہ متین سی، گردن پر شال لپٹی ہے،

باپ: (اخبار ہاتھ میں لئے ہوئے) سُنا؟ اِس کوڑھ کا عِلاج معلوم ہوگیا۔

ماں: معلوم ہوگیا؟ واقعی؟

باپ: اخبار میں تو یہی لکھا ہے۔

ماں: سچ مچ؟ کس قدر خوشی کی بات ہے!

باپ: وہی ہُوا جو میں کہتا تھا، آخر تہذیب کا زمانہ ہے، میرا خیال تھا یہ لوگ کچھ نہ کچھ ضرور دریافت کریں گے، سچ پوچھو میں تو کچھ گھبرا سا چلا تھا۔

ماں: (آہستہ سے) واقعی؟

باپ : واقعی، تو ایک خبر تمہیں اپنی بھی سُنا ڈالیں۔ پتہ ہے آج کیا ہُوا؟

ماں : (مڑکر مسکراتے ہوئے) کیا ہُوا؟

باپ : ہُوا یہ آج کرگ صاحب نے مجھے بلُایا، اور جب میں کمرے میں گیا تو معلوم ہے اُس نے کیا کہا؟

ماں : نوکری سے جواب تو نہیں مل گیا؟

باپ : کیا بیوقوفی کی باتیں کر رہی ہو، ایسا ہوتا تو میں آتے ہی تمہیں بتا نہ دیتا؟ اونہہ ہوں۔ کہنے لگا "دفتر حسابات کا مینجر ابھی ابھی مرگیا ہے فی الحال اُس کی جگہ تم کام کروگے"

ماں : بڑی اچھی بات ہے۔

باپ : پھر کہنے لگا ہم تمہیں مینجر بنا دیں گے، ٹھاٹھ ہوگئے نا۔

ماں : مجھے تمہاری وجہ سے خوشی ہے۔

باپ : اور اپنی وجہ سے کیوں نہیں؟ دیکھتی نہیں آمدنی بڑھ جائے گی، خرچ میں سہولت ہوگی، کوئی چھوٹی سی بات ہے؟ وہ شراب کی بوتل کہاں رکھی ہے؟ تمہاری سالگرہ کے موقع پہ لاکے دی تھی

ماں : دیکھا جائے گا بچّے تو گھر آلیں۔

باپ : چھوڑو بچوں کو، تم جاکے بوتل لاؤ، ایلی سیر کو گئی ہے،

اور فریڈ کا کل اِمتحان ہے ، اُسے نہیں پینی چاہیئے

ماں : اچھّی بات (وہ سائڈ بورڈ کی طرف بوتل لانے کے لیئے جاتی ہے)

باپ : دفترِ حسابات کا مینجر! مزا آئے گا ' اب یہ لوگ ذرا سنبھل کے بات کریں گے ' صبح سویرے دفتر جانے کا بھی جھمیلا نہیں ہوگا ' آدھ گھنٹہ دیر سے پہنچا تو کیا ہے ' دفتر والے کہیں گے ' جناب! آداب عرض! حضور آج دیر سے تشریف لائے 'خیریت تو تھی ، اور میں ٹھاٹھ سے کہوں گا۔ ہاں ہاں خیریت تھی +

(ماں ایک گلاس اور شراب کی بوتل میز پر لاکر رکھ دیتی ہے)

اور تم نہیں پیو گی ؟

ماں : نہیں تم پیئو +

باپ : تم ہمیشہ رنگ میں بھنگ ڈال دیتی ہو۔ اچھی بات تم تو جب مزے میں آؤ گی جب گھر داری کے لیئے ٹکے زیادہ ملیں گے (گلاس دوبارہ بھرتا ہے)" تمہارا جامِ صحت" کسے معلوم تھا۔ میں کرگ کے دفتر کا مینجر بن جاؤں گا۔ یہ چالیس سال سے زیادہ کی شرط دھری رہ گئی۔ اب سب سے نپٹ لوں گا (پیتا ہے) دفتر کے پانچ آدمی اس نوکری پہ نظر جمائے بیٹھے تھے۔ پچھلے چند ہفتوں میں سب کے سب چل دیئے۔ ہم کتنے

خوش نصیب ہیں لڑکی کی شادی ہو جائے گی - اور لڑکا امتحان پاس کر لے نوکر ہو جائیگا - سچ پوچھو میرا جی تو یہ چاہتا ہے اس سفید وبا کو دعائیں دوں۔

ماں : ایسی باتیں نہ کرو ۔

باپ : ٹھیک ہے - لیکن یہ ہمارے لئے خدا کی دین نہیں تو اور کیا ہے - اگر یہ بیماری نہ ہوتی تو ہمارا کیا بنتا' وہیں رہتے جہاں تھے - موچی کے موچی (اخبار اٹھاتا ہے اور ایک لمحہ کے لئے اسے پڑھتا ہے) یہ سائی گیلیئس کمال کا آدمی ہے' علاج اسی کے ہسپتال میں دریافت ہوا اور مارشل خود دیکھنے گیا - یہ لوگ کہتے ہیں مارشل نے بڑی ہمت دکھائی - جواں مرد بہادر ہے' اور ہے بھی' کوڑھیوں میں اس طرح جا کے پھرنا کوئی آسان کام ہے - مجھ سے تو ناممکن ہے مارشل' ٹھاٹھ کا آدمی ہے کیا کہنے' عنقریب دنیا مان جائے گی

ماں : تو کیا جنگ پھر ہونے والی ہے؟

باپ : اور کیا' کرگ کے کارخانے میں دن رات کام ہو رہا ہے' دھڑا دھڑ سامانِ جنگ بن رہا ہے - اور سنو ہم ایک نئی گیس بنا رہے ہیں "سی گیس"

سُنا ہے عجیب چیز ہے ۔

ماں : کہیں فریڈ کو تو جنگ میں نہیں جانا پڑے گا؟

باپ : کیوں نہیں اُس کا فرض ہے کہ جائے (پیتا ہے) خیر تم فکر نہ کرو، ابھی وہ فوج کے قابل ہی کہاں ہے، نادان بچّہ ہے، خیر میں انتظام کر لوں گا اور جنگ ہوئی بھی تو ایک ہفتے سے زیادہ نہیں ہوگی، دُشمنوں کو خبر ہونے سے پہلے اُن کے پرخچے اُڑ جائیں گے آئندہ لڑائیاں ایسی ہی ہوں گی۔

(وہ اخبار اٹھا کر پڑھنے لگتا ہے، ایک لمحہ کے لئے خاموشی رہتی ہے اور پھر وہ غصے میں اخبار نیچے پھینک دیتا ہے)

اس کمبخت کی ..... اگر میرا اختیار ہوتا تو اس شخص کو اور ایک بات نہ کرنے دیتا، پکڑ کے گولی سے مار دیتا، بکواس کئے جا رہا ہے، غدّار کہیں کا!

ماں : کون ہے یہ؟

باپ : کوئی شخص گیلن ہے جس نے یہ عِلاج دریافت کیا ہے وہ کہتا ہے میں علاج نہیں بتاؤں گا جب تک دُنیا کی حکومتیں جنگ کو بالکل ترک کر دینے کا وعدہ نہیں کرتیں۔

ماں : تو اُس میں کون سی قباحت ہے؟

باپ: قباحت؟ کوئی ملک ایسا نہیں جو صلح چاہتا ہو، یہ لاکھوں روپے سامان جنگ پہ یونہی خرچ ہو رہے ہیں؟ اور پھر اگر ہم مان جائیں تو کرگ کے کارخانے کا کیا بنے گا کم ازکم دو لاکھ آدمی بے کار ہو جائینگے اس ڈاکٹر کے بچے کو فی الفور قید کر دینا چاہیئے۔

ماں : اگر اُسے علاج کا پتہ ہے تو وہ جو شرط چاہے منوالے۔

باپ : لیکن مجھ سے پوچھو تو وہ ڈاکٹر سے ہی نہیں۔ غالباً باہر کے کسی ملک کا جاسوس ہے۔

ماں : لیکن فرض کرو اُسے واقعی علاج کا پتہ چل گیا ہے...

(وہ اخبار اٹھا کر پڑھتی ہے)

باپ : تو اُسے اور بھی تنگ کر کے اُگلوا لینا چاہیئے۔

ماں : (اخبار دیکھ کر) اُس کی تو صرف یہ خواہش ہے لوگ ایک دوسرے کی جان نہ لیں۔

باپ : اور ہمارے ملک کا کیا بنے گا؟ ہمارے لئے پھیلنا ضروری ہے اور اس کے لئے اگر جنگ ہوئی تو جنگ کے لئے بھی تیار ہیں۔

ماں : مجھے ابھی پہلی جنگ یاد ہے، اور لاکھوں اور ہونگے جو میری طرح امن چاہتے ہیں۔

باپ : تم سے بحثنا فضول ہے۔ بے لاگ کہتا ہوں اگر مجھ

سے پوچھا جائے دبا چاہتے ہو یا ہمیشہ کی صلح، تو میرا فیصلہ صاف ہے۔

ماں: (بڑی نرمی سے) جیسے تمہاری مرضی۔

(باپ اپنے اندازِ گفتگو کو فوراً بدل دیتا ہے۔ اُسے اب پتہ چلتا ہے کہ اس کی بیوی کچھ سہمی ہوئی سی ہے)

باپ: (حیران ہو کر) آج تمہیں ہو کیا گیا ہے؟ سردی لگ رہی ہے؟ اِس دن کا تو خیال کرو۔

ماں: نہیں سردی نہیں لگ رہی۔

باپ: تو پھر یہ شال کیوں لپیٹ رکھی ہے؟

ماں: یونہی، کوئی خاص بات نہیں۔

باپ: تو اُتار دو اسے، کہیں بعد میں ہوا لگ جائے گی۔

ماں: نہیں رہنے دو۔

(وہ ایک لمحے کے لئے دیکھتا ہے پھر شک اور خوف کے عالم میں اس کی طرف جاتا ہے)

باپ: تو پھر یہ کیا ہے، مجھے دیکھنے دو۔

(اس کی گردن پر سے شال اُتارتا ہے، وہ اس کا مُنہ تکتی رہ جاتی ہے، وہ خوف زدہ ہو جاتا ہے)

خُدایا! تمہارے گلے پہ سفید داغ .... سفید داغ!

(پردہ)

دوسرا منظر

دوسرے دن

ڈاکٹر گیین کے مطب رکنسلٹنگ روم کا وٹینگ روم

کوڑھی ایک قطار میں ڈاکٹر گیین کو ملنے کے لئے کھڑے ہیں، پچھلے منظر والے میاں بیوی قطار کے اخیر میں ہیں، پہلا اور دوسرا کوڑھی وہی ہیں جو پہلے ایکٹ کے پہلے منظر میں تھے۔ اب وہ پہلے سے بہت خوش نظر آرہے ہیں۔

پہلا کوڑھی : (دوسرے کوڑھی کو اپنا گلا دکھا کر) دیکھو' ادھر دیکھو' یہاں'

دوسرا " : اب فکر کس بات کا ہے؟ اچھے ہورہے ہو۔

(میاں بیوی غور سے سنتے ہیں)

پہلا کوڑھی : ہاں ہاں ڈاکٹر کہتا ہے گھبراؤ نہیں بالکل تندرست ہو جاؤ گے۔ تمہیں کیا کہا ہے؟

دوسرا " : پچھلی دفعہ آیا تو کہتا تھا' بیماری آہستہ آہستہ جائیگی' لیکن جائیگی ضرور روزانہ افاقہ ہورہا ہے۔

پہلا " : دیکھا بڑے میاں! میں نے کہا تھا نا گھبراؤ نہیں ٹھیک ہو جاؤ گے۔

دوسرا " : لیکن بھائی کیسے نہ گھبراتا' پہلے اُس نے علاج کرنے سے اِنکار کر دیا تھا۔ کہتا تھا تم نانبائی ہو' خوب کماتے ہوگے' میں نے کہا اب تو میری بڑی غریبی کی حالت ہے' کوڑھی سمجھ کر

کوئی مجھ سے روٹی نہیں خریدتا ، اچھا نہ ہوا تو
برباد ہو جاؤں گا ، بڑی مشکل سے منوایا ؛

(گیلن دروازہ کھولتا ہے اور دونوں کوڑھیوں کو اشارہ کرتا
ہے' دونوں اندر جاتے ہیں' دروازہ بند ہو جاتا ہے)

باپ: دیکھا؟ ڈاکٹر شروع میں انکار کرتا تھا آخر مان ہی
گیا نا!

ماں: لیکن مجھے ڈر لگتا ہے ، انکار کر دیا تو؟

باپ: کیوں کر دیا انکار؟ دیکھو تو کیسے منواتا ہوں کھونگا
ڈاکٹر صاحب! ہماری مدد کیجئے ہمارے دو بچے
ہیں، ابھی نادان ہیں ، ہمارے سوا اُن کا کوئی
سہارا نہیں ، یہ ٹھیک ہے میری تنخواہ اچھی ہے
لیکن یہ کوئی جرم نہیں ، محنت اور دیانتداری کا
پھل ہے اور پھر ہماری تھوڑی بہت جو آمدنی
ہے ہمیشہ سوچ سمجھکر خرچ کرتے رہے ہیں ؛

ماں: لیکن کہتے ہیں وہ صرف ان کا علاج کرتا ہے جو واقعی
غریب ہیں ؛

باپ: کرے تو ہمارے علاج سے انکار؟ دیکھو کیسی خبر
لیتا ہوں ؛

ماں: ہیں ہیں کیسی باتیں کرتے ہو!

باپ: بوکھلائی کیوں جارہی ہو، میں کہوں گا انسان ہونیکی
حیثیت سے اس کا فرض ہے تمہارا علاج کرے
خرچ کی پروا نہیں، کسی طرح بس تمہاری جان
بچ جائے، میرا خیال ہے۔ یہ باتیں سنے گا تو مان
جائے گا ......

(گیلن کمرے سے باہر آتا ہے اور انہیں بیٹھے ہوئے
دیکھتا ہے، دونوں اٹھ کھڑے ہوتے ہیں)

گیلن: مجھ سے ملنے آئے ہو؟
باپ: ڈاکٹر صاحب! آپ مہربانی فرمائیں ...... یہ میری
بیوی ہے
گیلن: تم کون ہو؟
باپ: میں مینجر ہوں ۔
گیلن: کہاں؟
باپ: بات یہ ہے میں کرگ کے کارخانے میں مینجر ہوں
گیلن: (تھوڑے وقفہ کے بعد) کرگ کے کارخانے میں؟ مجھے
افسوس ہے تو میں آپ کا علاج نہیں کرسکتا ۔

(عورت بیٹھ جاتی ہے)

باپ: لیکن ڈاکٹر صاحب! آپ ضرور تکلیف .....
گیلن: نہیں میں سوائے بے حد غریبوں کے کسی اور کا

علاج نہیں کرتا۔

باپ: خُدا کے لئے رحم کیجئے، میری بیوی کی جان بچ جائے تو ہم عمر بھر آپ کا احسان نہیں بھولینگے۔

گیلن: کاش میں کر سکتا، میرا تمام وقت غریبوں کے لئے وقف ہے، دوسروں کو اپنی فکر آپ کرنی چاہیئے۔

باپ: لیکن آپ جو خدمت کہیں کرنے کے لئے تیار ہوں۔

گیلن: تم کرگ کے کارخانے میں ہو، جاؤ اپنے امیر دوستوں کے پاس جاؤ۔ اُن سے کہو جنگ بند کرنے کی پوری کوشش کریں۔ ہے اِس کا حوصلہ؟

باپ: لیکن میرا اُن پر کیا زور ہے۔ میں کیا کر سکتا ہوں؟

گیلن: جس کسی سے کہتا ہوں یہی جواب دیتا ہے۔ ہر شخص جو اگر چاہتا تھوڑی بہت مدد پہنچا سکتا تھا۔ (بیٹھ کر) فرض کرو تم بیرن کرگ کے پاس جاؤ اور اسے کہو توپیں اور بارود بنانا بند کردو تو ممکن ہے اس پر کچھ اثر ہو۔

باپ: یہ میں نہیں کر سکتا۔

گیلن: کوشش کئے بغیر تم کیسے کہہ سکتے ہو؟

باپ: اس سے ایسی بات کہنے کی جرأت مجھ سے نہیں ہو سکتی۔

گیلن: تمہارا اپنا یہ حال ہے اور پھر چاہتے ہو میں تمہاری مدد کروں؟ مجھے افسوس ہے۔
(اٹھتے ہوئے) میں کچھ نہیں کرسکتا۔
(عورت اُٹھ کھڑی ہوتی ہے)

باپ: ڈاکٹر صاحب! یہ نہ بھولئے کہ آپ انسان ہیں آپ کی طرح ہم بھی انسان ہیں۔ آپ مدد دینے سے کیونکر انکار کرسکتے ہیں؟

گیلن: کاش تم جانتے انکار کرنے میں خود مجھے کتنا دُکھ ہوتا ہے! لوگ کہا کرتے ہیں دنیا میں ہمارا یہ فرض ہے وہ فرض ہے، اسی طرح میرا بھی ایک فرض ہے، اُسے پورا کرکے چھوڑوں گا، کیا تم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ کارخانے کی نوکری چھوڑ دو اور بیرن کرگ سے جاکے صاف صاف کہہ دو میں آئندہ سامانِ جنگ نہیں بناؤں گا۔

باپ: لیکن روٹی کہاں سے کھاؤں؟

گیلن: ہوں ... روٹی

باپ: ایسی نوکری کہاں سے ملیگی، عمر بھر کام کیا ہے پھر کہیں اس رتبہ کو پہنچا ہوں اب آپ چاہتے ہیں اسے....

گیلن: میں نے لوگوں سے ایثار کی توقع چھوڑ دی ہے،

خُدا حافظ!

(وہ جانے لگتا ہے لیکن پھر مُڑ کر عورت سے خطاب کرتا ہے)

مجھے واقعی بڑا افسوس ہے میں آپ کی مدد نہ کر سکا۔

ماں: (نرم لہجہ میں) میں سمجھتی ہوں، آپ کا شکریہ۔

(گیبن چلا جاتا ہے)

باپ: (غصّہ سے) پتھر! اس کے سینے میں دل نہیں ہے۔ آؤ یہاں سے چلیں، کہتا ہے نوکری چھوڑ دو۔ چھوڑ ہی دوں گا!

(مرد باہر جاتا ہے عورت اس کے پیچھے پیچھے جاتی ہے)

تیسرا منظر

ایک ہفتہ بعد

ہسپتال میں پروفیسر کی مطالعہ گاہ (پہلا ایکٹ دوسرا منظر)

پروفیسر میز کے قریب بیٹھا ہے، دفعتہً کچھ سوچ کر قلم نیچے رکھ دیتا ہے، ایک لمحہ بھر کے لئے سامنے کی طرف دیکھتا ہے، پھر اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور آئینے کی طرف جاتا ہے، آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھتا ہے کہ کہیں اس کے چہرے پر کوئی سفید نشان تو نہیں،

دوسرا اسسٹنٹ داخل ہوتا ہے۔ پروفیسر فوراً آئینے پر سے ہٹ جاتا ہے۔

دوسرا اسسٹنٹ: جناب! بیرن کرگ تشریف لائے ہیں ٭

پروفیسر : (تعجب سے) تو انہیں انتظار کرا رہے ہو؟ اندر لے کے آؤ ٭

(اسسٹنٹ باہر جاتا ہے، پروفیسر اشتیاق کے انداز میں دروازے کی طرف بڑھتا ہے۔ بیرن کرگ داخل ہوتا ہے)

آیئے بیرن! تشریف لایئے ٭

کرگ : نوازش! خیال تھا آپ سے ملاقات نہ ہو سکے گی ٭

پروفیسر : آجکل تو خوب مصروفیت رہتی ہوگی، حالات نازک ہو رہے ہیں ٭

کرگ : سخت نازک!

پروفیسر : تشریف رکھئے بیرن! (دونوں بیٹھ جاتے ہیں) یہ پچھلے چند ہفتے تو آپ پر مصیبت سے گزرے ہوں گے؟

کرگ : جی!

پروفیسر : موجودہ حالات کچھ عجیب سے ہیں ٭

کرگ : جی آپ کا مطلب ہے سیاسی حالات، فقط عجیب نہیں، عجیب سے کچھ زیادہ ٭

پروفیسر : صاحب! سارے جنگی سامان کا ذمّہ لینا آپ ہی کا کام ہے، میں تو اسے معجزہ ہی کہونگا

کرگ : معجزہ ہی کہہ لیجئے، کئی دفعہ خیال آتا ہے کاش یہ ساری ذمہ داری میری نہ ہوتی.... لیکن چھوڑئے اس بات کو، آج میں کسی اور ہی سلسلے میں آیا ہوں، سفید وبا پر جو ریسرچ ہورہی ہے اس کے لئے یہ چک دینا چاہتا ہوں۔

پروفیسر : (خوشی کے عالم میں) کیا کہنے صاحب، اِس مُصیبت میں بھی یہ ہنر پروری، آپ ہی کا حصّہ ہے۔ بڑی عنایت ہے۔

کرگ : اگر اور ضرورت ہو تو بتا دیجئے۔

(چک میز پر رکھ دیتا ہے)

پروفیسر : (چک لے کر) شکُریہ، میں ابھی آپ کو رسید دیتا ہوں۔

کرگ : رسید کی کوئی ضرورت نہیں، یہ بتائیے آپ کی ریسرچ کا کیا حال ہے؟

پروفیسر : بات یہ ہے ابھی تک ہم مرض پہ قابو نہیں پا سکے، خوش قِسمتی کہئے کہ لوگوں

کی توجہ کسی اور طرف ہے وہ جنگ کے خیال میں لگے ہیں، ....میں سنتا ہوں حالات کچھ بہتر ہی ہیں ؛

کرگ : (اشتیاق کے عالم میں) آپ کا مطلب ہے اس مرض کے متعلق؟

پروفیسر : نہیں، نہیں، میں جنگ کی بات کر رہا ہوں اس وقت ہماری قوم کو مارشل پر، آپ پر اور فوجوں پر پورا پورا بھروسہ ہے ، اتنے اچھے حالات کبھی نہیں تھے

کرگ : (بات کاٹ کر) لیکن.... اس مرض کا کوئی علاج نہیں ملا؟

پروفیسر : ابھی نہیں، گیلن کا علاج ہے لیکن وہ میسر نہیں آسکتا، خیر ہر ممکن کوشش ہو رہی ہے ؛

کرگ : لیکن سنا ہے آپ کا کوئی اسسٹنٹ ہے پرائیویٹ کام کرتا ہے اچھا کامیاب ہے ، مریض کہتے ہیں اس کا علاج بھی وہی ہے جو گیلن کا ہے ؛

پروفیسر : محض بکواس ہے بیرن! کسی سے کہئے

نہیں وہ آدمی تو نرا فریب ہے، خدا کا شکر ہے یہاں سے چلا گیا۔

کرگ : (انداز بدل کر) ہاں تو پروفیسر صاحب! یہ بتائیے ڈاکٹر گیلن کا کیا ہوا؟

پروفیسر : ہونا کیا ہے، دماغ چل نکلا ہے، گندے محلوں میں علاج کرنے کا اسے خبط ہے، غریبوں کا حمائتی بنتا ہے، دلال کہیں کا!

کرگ : لیکن کیا بیماروں کو شفا ہو رہی ہے؟

پروفیسر : ہاں، ہاں،

کرگ : اور تسلی بخش؟

پروفیسر : سُنا ہے سو فی صدی اچھے ہو رہے ہیں، اتنا شکر ہے لوگوں کا دماغ نہیں پھرا، وہ خود تو پاگل ہے،

کرگ : یہ آپ کیسے کہتے ہیں؟

پروفیسر : پاگل نہیں تو اور کیا؟ صحیح دماغ کا آدمی سارے ملک سے یوں روپے بٹورتا؟ ایک بھی شریف آدمی ایسا نہیں جو اُس کے پاس جاتا ہو، اور دیکھئے کسی سے کہئے نہیں، پولیس اُس کے مریضوں کی سخت نگرانی

کر رہی ہے ،

کرگ : وہ امیروں کا علاج نہیں کرتا، غالباً اصول کی بنا پر ؟

پروفیسر : جی ہاں، تو اب اُسے جانتا بھی کون ہے؟ وہ ایک گوشے میں بیٹھا "امن" "امن" کی رٹ لگائے جائے گا اور ہم لڑائی جیت بھی جائیں گے، مجھے واقعی افسوس آتا ہے اس پر . . . . اُس کے دماغ میں خلل آگیا ہے۔ میرا بس چلے تو سرٹیفیکٹ دے دوں کہ وہ پاگل ہے ۔

کرگ : لیکن اس سفید وبا کو آپ نہیں روک سکتے؟

پروفیسر : واقعہ یہ ہے کہ میں روک سکتا ہوں، بلکہ روک چکا ہوں ، کامیابی کے ساتھ ، میرے خیال میں اتنا بلا تکلف کہہ سکتا ہوں کہ تھوڑے عرصے میں مرض دب جائے گا ۔

کرگ : یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے، بڑی خوشی کی ، پر کیا کیا ہے آپ نے ؟

پروفیسر : دیکھئے ابھی تک یہ معاملہ ایک سرکاری راز ہے، بہر حال آپ کو بتائے دیتا ہوں ،

چند دن تک حکومت فیصلہ کرنے والی ہے کہ ایسے تمام مریض الگ کر دیئے جائیں ۔

کرگ : کس کی تجویز ہے یہ؟

پروفیسر : نیاز مندکی، اور مارشل نے اسے پورا کرنے کا وعدہ کیا ہے ۔

کرگ : تجویز تو بہت اچھی ہے انتظام کیا ہوگا ؟

پروفیسر : انتظام بس یہ ! جہاں کہیں کسی کے متعلق شبہ ہوگا اسے علیحدہ ایک کیمپ میں بھیج دیا جائے گا اور نہایت شدّت سے اسکی حفاظت کی جائے گی ۔

کرگ : سمجھ گیا۔ اور وہ رفتہ رفتہ مرجائیں گے ۔

پروفیسر : ہاں، لیکن ڈاکٹروں کی نگرانی میں، ہر مریض مرض کو پھیلا رہا ہے - ضروری ہے اسے روکا جائے ۔

کرگ : بیشک !

پروفیسر : یہاں رحم کا خیال کرنا جُرم ہے، جس کسی نے کیمپ سے نکلنے کی کوشش کی گولی سے مار دیا جائے گا اور ساتھ ہی چالیس سے اوپر عمر کے جتنے لوگ ہیں وقتاً فوقتاً اُن کا

جبراً طبی معائنہ ہوگا تاکہ جہاں کہیں مریض ہو فوراً پتہ چل جائے ۔

کرگ : تو آپ اس بیماری کو زبردستی دبانا چاہتے ہیں ؟

پروفیسر : بالکل ۔

کرگ : کاش آپ چند روز پہلے اس بات کا خیال کرتے ۔

پروفیسر : کیا کیا جاتا ، گیلن سے علاج میں اتنا وقت ضائع ہوگیا ، بہرحال اب جتنے کوڑھی ہیں انہیں تار کا جنگلہ بنا کے اس میں ڈال دیا جائے گا ایک ایک کو ، کسی کو نہ چھوڑا جائے گا ۔

کرگ : (کھڑے ہوتے ہوئے) بجا ہے کسی کو نہ چھوڑا جائے گا ... ہے نا ؟ شکریہ !

(اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور ساتھ ہی پروفیسر بھی)

پروفیسر : (گھبراہٹ کے عالم میں کرگ کو دیکھتے ہوئے ایک لمحہ کے بعد) کیا بات ہے بیرن ! کوئی تکلیف تو .....

(کرگ اپنی قمیض کے بٹن کھولتا ہے)

(بظاہر پُرسکون حالت میں کھڑا رہتا ہے)

کرگ : پروفیسر صاحب، ذرا اسے دیکھیں.....

(پروفیسر گھبرا جاتا ہے پھر طبیعت کو قابو میں لاکر بظاہر اطمینان اور سکون کے ساتھ کرگ کو روشنی کے سامنے لاکر اُس کا سینہ دیکھتا ہے، ایک چاقو نکالتا ہے اور کرگ کی چھاتی کو ایک جگہ چھوتا ہے)

پروفیسر : کچھ محسوس ہوتا ہے؟

(کرگ خاموش رہتا ہے)

بس بیرن

کرگ : یہ سفید......

پروفیسر : (بات کو ٹالتے ہوئے) ابھی کچھ کہا نہیں جاسکتا ذرا سا سفید نشان ہے، ممکن ہے کچھ بھی نہ ہو،

کرگ : تو آپ کیا مشورہ دیتے ہیں؟

پروفیسر : کچھ نہیں، کاش کوئی شخص گیلن کو راضی کرلیتا اور وہ آپ کا علاج کرتا، کاش...

کرگ : اچھی بات خُدا حافظ، غالباً مجھے آپ سے ہاتھ نہیں ملانے چاہئیں۔

پروفیسر : نہیں بیرن! کسی سے بھی ہاتھ نہیں ملانے

چاہئیں۔

کرگ : (دروازے کی طرف جاتے ہوئے) شکریہ (پروفیسر کی طرف رُخ کرکے) یہ کوڑھیوں کو جنگلے میں رکھنے کا حکم چند دن میں جاری ہو جائے گا؟
تو مجھے فی الفور کارخانے میں زیادہ جنگلے بنانے کا انتظام کرنا چاہیئے۔
(کرگ باہر جاتا ہے، پروفیسر مبہوت اسے کھڑا دیکھتا رہ جاتا ہے)

(پردہ)

چوتھا منظر

اُسی دن کچھ دیر کے بعد
ڈاکٹر گیلن کے معائنہ کا کمرہ
گیلن پہلے ایکٹ کے پہلے منظر کے کوڑھی کو دیکھ رہا ہے

گیلن : نہایت خوب!

کوڑھی : پھر کب آؤں ڈاکٹر صاحب؟

گیلن : کوئی پندرہ دن کے بعد، ایک دفعہ اور دیکھوں گا اور شاید پھر تمہیں آنے کی

ضرورت نہ پڑے،

کوڑھی: بڑی مہربانی، نوازش

(گیلن دروازے کی طرف جاتا ہے اور اُسے کھولتا ہے)

گیلن: (دروازہ کھول کر) دوسرا آدمی

(بیرن کرگ داخل ہوتا ہے، ڈاڑھی منڈھی نہیں، فقیروں کا لباس پہنے ہے، گیلن دروازہ بند کر لیتا ہے)

اور جناب کو کیا تکلیف ہے؟

کرگ: سفید وبا،

(پہلا کوڑھی دروازے پر پہنچ کر کچھ رُک جاتا ہے)

گیلن: (کوڑھی کو مخاطب کر کے) ہاں کہو کیا بات ہے؟ (کرگ سے) قمیض کھولو،

کوڑھی: ڈاکٹر صاحب، میں .... میں فیس کے متعلق پوچھنا چاہتا تھا۔

گیلن: ابھی کیا جلدی ہے دیکھا جائے گا۔

کوڑھی: بڑی نوازش۔

(کوڑھی رخصت ہو جاتا ہے گیلن کرگ کی طرف رُخ کرتا ہے)

گیلن: یہاں آجائیے دیکھیں تو کیا ہے۔

(اُس کی چھاتی کو دیکھتا ہے)

بیشک، سفید وبا ہے لیکن ابھی پھیلی نہیں ۔

کرگ: ہوں

گیلن: آپ کیا ہیں؟

کرگ: ان دنوں بیکار ہوں، پہلے ایک کارخانے میں کام کرتا تھا ۔

گیلن: اور اب؟

کرگ: اب جو کام مل جائے کرلیتا ہوں (اشتیاق سے) ڈاکٹر صاحب میرا علاج کر دیجیۓ گا؟ میں نے سُنا ہے آپ ہر بد نصیب کی مدد کرتے ہیں ۔

گیلن: ضرور، پندرہ دن کا علاج ہے، اس مُدت میں آپ تندرست ہو جائیں گے۔ آپ کو چھ ٹیکے لگوانے ہوں گے، یہ بتائیے ٹیکوں کی قیمت آپ دے سکیں گے؟

کرگ: (جلدی سے) ہاں، ہاں، کیوں نہیں (اپنی غلطی محسوس کرکے) میرا مطلب ہے .... یعنی یہ تو ان کی قیمت پر منحصر ہے ۔

گیلن: (نرمی سے) قیمت تو بہت ہے بیرن کرگ! (کرگ چونک اٹھتا ہے، پھر گھبراہٹ کو دبانے کی کوشش کرتا ہے)

کرگ: میرا نام کرگ نہیں ۔

گیلن: مہربانی فرماکے مجھے احمق بنانے کی کوشش نہ کیجئے آپ سے مجھے بحث کی فرصت نہیں، آپ جانتے ہیں آجکل ہم دونوں کا وقت بہت قیمتی ہے، اسے ضائع نہیں کیا جا سکتا، کیوں ہے نا؟

کرگ: بجا ہے، تو آپ پکا ارادہ کر چکے ہیں، عزیبوں کے سوا کسی اور کا علاج نہیں کرنا، دنیا میں سوائے آپ کے کوئی مجھے نہیں بچا سکتا ہے، میں نے آپ کو دھوکا دینے کی کوشش کی، یہ میری حماقت تھی، لیکن یہ سب کچھ مایوسی کے عالم میں ہوا، سنیئے اگر آپ میرا علاج کرنا مان جائیں تو میں ..... میں دس لاکھ روپے پیش کروں گا۔

گیلن: (چونک کر) دس لاکھ؟

کرگ: نہیں غلطی ہوئی، میرا مطلب ہے بیس لاکھ، معقول رقم ہے ڈاکٹر۔ (گیلن سوچتا ہوا دوسری طرف جاتا ہے، کرگ گھبراہٹ اور خوف کے عالم میں رقم کی مقدار بڑھا دیتا ہے) میں نے تیس لاکھ کہا تھا نا ..... ہاں .... تیس لاکھ، اس رقم سے آپ بہت کچھ کر سکتے ہیں۔

گیلن: کیا کر سکتا ہوں بیرن؟

کرگ: مثلاً آپ اس رقم سے اپنے خیالات کا پرچار کر سکتے ہیں۔

گیلن: ذرا ٹھیرئیے بیرن ...... ہاں تو تیس لاکھ کہا تھا

آپ نے ؟

کرگ: (گھبراہٹ میں) نہیں ساٹھ لاکھ ۔

گیلن: امن کے پرچار پر صرف کرنے کو ؟

کرگ: جیسے آپ کی مرضی، اس سے آپ اخباروں کو اپنا غلام بنا سکتے ہیں، پبلک کو ساتھ ملا سکتے ہیں، اتنی بڑی رقم ہے، اتنا روپیہ تو میں بھی پروپیگنڈا پہ خرچ نہیں کرتا۔

گیلن: (حیرانی سے) اچھا تو آپ سمجھتے ہیں اخباروں کی مدد حاصل کرنے کے لئے مجھے اتنی بڑی رقم درکار ہوگی ؟

کرگ: کیوں نہیں اخباروں سے صلح یا جنگ کی حمایت میں لکھوانے کے لئے بہت کچھ خرچ کرنا پڑتا ہے ۔

گیلن: (سکون کے انداز میں) یہ باتیں سُن کے تعجب ہوتا ہے بیرن ۔

(گیلن پچکاری اٹھاتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کرگ کا علاج کرنے کے لئے رضامند ہوگیا ہے، وہ پچکاری اٹھا کر الکوہل سے دھوکر لیمپ کے شعلے پہ اسے گرم کرتا ہے، کرگ اطمینان سے سب کچھ دیکھتا ہے)

ہون پیر شو بیا موزر!' ہاں یہ کام شروع کیونکر کیا جاتا ہے؟

کرگ: میں آپ کی مدد کروں گا' پہلے آپ اُن لوگوں کو تلاش کریں جو اس کام کے لئے موزوں ہیں'

گیلن: خوب! لیکن کیا ایسے لوگوں کو ڈھونڈنا کافی مشکل نہ ہوگا اور تھوڑی سی کامیابی کے لئے بھی غالباً بہت زیادہ وقت صرف کرنیکی ضرورت ہوگی۔

کرگ: یہ تو ہے' اس کوشش میں آپ کی بہت سی زندگی گذر جائے گی۔

گیلن: (کھڑا ہو جاتا ہے) تو اس کا مطلب ہے میں اسے سرانجام نہ دے سکوں گا (روئی کا گولا بنزین میں بھگوتا ہے) اور بیرن غالباً آپ تو اس کام میں مجھے مدد دینا پسند نہ فرمائیں؟

کرگ: آپ کا مطلب ہے' دنیا میں امن کا پرچار کرنے کے سلسلے میں؟

گیلن: جی . . . . (وہ کرگ کے پاس آتا ہے اور اسکے بازو پر کہنی کے نیچے روئی لگاتا ہے)

بیرن! آپ کو سب صحیح آدمیوں کا پتہ ہے'

اگر آپ علانیہ میرے ساتھ مل جائیں، میں اس کے صلے میں آپ کا علاج کر دوں گا۔

کرگ: مجھے افسوس ہے ڈاکٹر! میں یہ نہیں کر سکتا، علاج کی یہ قیمت بہت زیادہ ہے۔

گیلن: مجھے پتہ تھا آپ یہی کہیں گے (روٹی پھینک کر) تعجب ہے ان سب باتوں کے باوجود میں آپ کی دیانتداری کی داد دیتا ہوں۔

کرگ: کتنی سادگی کی باتیں کر رہے ہیں آپ، یہ تو خیال کیجئے کہ ایک اکیلے آدمی کے لئے دنیا کو امن پہ مجبور کر دینا کس طرح ممکن ہو سکتا ہے؟

گیلن: میں اکیلا نہیں، میرے بڑے زبردست مددگار ہیں۔

کرگ: یہ وبا اور اس کا خوف؟

گیلن: بیرن آپ کو معلوم ہے خوف کیا کچھ کر سکتا ہے؟

کرگ: ہاں جانتا ہوں، بیماری کے خوف نے مجھے دیوانہ بنا رکھا ہے، لیکن اس خوف سے آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا، کیا آپ کو معلوم نہیں جنگ کے نام سے ایک دنیا ڈرتی ہے لیکن اس کو روکنے کی کوئی تدبیر نہیں کرتا، ایک

جنگ ختم ہوئی دوسری عنقریب ہونے والی ہے، جنگوں کا سلسلہ یونہی چلا جائے گا،

گیلن: تو پھر ان کو بند کیسے کیا جا سکتا ہے؟ بیرن! مجھے بتائیے دنیا پر اثر ڈالنے کا بہترین ذریعہ کون سا ہے؟

کرگ: کاش مجھے معلوم ہوتا، میں نے اس کیلئے ہمیشہ روپیہ صرف کیا، اور اس سے تقریباً کام بھی نکلتا رہا، لیکن یہ بتائیے میرے علاج کا کیا سوچا ہے، ایک کروڑ دوں گا، دو کروڑ لیجئے ایک جان بچانے کے لئے دو کروڑ۔

گیلن: اس کے علاوہ اور کیا دے سکتے ہیں؟

کرگ: سوائے روپے کے اور کچھ نہیں دے سکتا۔

گیلن: اپنے کارخانے میں سامان جنگ بنانا بند نہیں کر سکتے؟

کرگ: نہیں۔

گیلن: تو مجبوری ہے بیرن۔

کرگ: تو میرا علاج نہ ہوگا، اس کے معنے ہوئے ہر چیز کا خاتمہ (کرگ دروازہ کی طرف جاتا ہے)

گیلن: نہیں ابھی آپ پھر آئیں گے۔

کرگ: (دروازہ پر) آپ کا مطلب ہے میں یہاں پھر آ سکتا ہوں۔

گیلن: جی ۔ ۔ ۔ مگر جب ارادہ بدل جائے۔

کرگ: ڈاکٹر معلوم ہوتا ہے آپ اتنے سادہ نہیں جتنے دکھائی دیتے ہیں۔

(کرگ باہر جاتا ہے)

(گیلن بند دروازے کی طرف کچھ دیر تک دیکھتا رہتا ہے۔ پھر اسے کھولکر آواز دیتا ہے)

گیلن: چلو، دوسرا آدمی۔

پانچواں منظر

کچھ دن بعد

مارشل کی مطالعہ گاہ

مارشل سرکاری کاغذات میں محو ہے اور میز پہ بیٹھا کچھ لکھ رہا ہے۔ پال داخل ہوتا ہے:

پال: یوئر ایکسیلینسی! بیرن کرگ

مارشل: اندر لے آؤ۔

(پال باہر جاتا ہے اور کچھ دیر کے بعد کرگ کو لے آتا ہے اور اسے کمرے میں چھوڑ کر واپس چلا جاتا ہے)

(لکھتے ہوئے) بیٹھ جاؤ (کرگ بیٹھ جاتا ہے) ایک منٹ ٹھیرو۔ (تھوڑے سے وقفے کے بعد قلم نیچے رکھکر)

ہاں تو پہلے مطلب کی بات کریں

(کرگ باقاعدہ کھڑا ہونا چاہتا ہے)

کھڑے ہونے کی ضرورت نہیں بیرن۔ اس غرض سے بلایا تھا کہ خود تمہاری زبان سے معلوم ہو کام کیسے ہو رہا ہے؟

کرگ: ہم ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں، کوئی پہلو بھی تو نہیں چھوڑا۔

مارشل: نتیجہ؟

کرگ: مجھے ابھی تسلی نہیں گو پیداوار مطابہ سے تیس فی صدی زیادہ ہے۔

مارشل: بہت خوب!

کرگ: ہم اپنے لئے تو بنا نہیں رہے یہ آپ جانتے ہی ہیں۔

مارشل: اور سی گیس؟

کرگ: جتنی آپ چاہیں اگرچہ کل ایک حادثہ ہوگیا۔

مارشل: حادثہ؟

کرگ: کارخانے کا ایک شیشہ پھٹ گیا چالیس عورتیں اور

تین مرد ہلاک ہوگئے' ایک دم میں'

مارشل: افسوس کہ ایسے وقت یہ حادثہ ہُوا۔خیر بیرن! تم سے جو اُمید تھی تم نے پوری کی۔ مبارکباد!

کرگ: نوازش! یوئر ایکسلنسی

مارشل: تو گویا ہم بالکل تیار ہیں؟

کرگ: بالکل تیار یوئر ایکسلنسی ۃ

مارشل: شکریہ' جانتا تھا تم مایوس نہ کروگے۔ علاوہ ازیں میں تمہارے بھتیجے پال سے بہت خوش ہوں ۃ

کرگ: شکریہ۔ یوئر ایکسلنسی۔سُن کے بڑی خوشی ہوئی

مارشل: بیرن! معلوم ہوتا ہے۔تم اور میں دوست ہی نہیں رہیں گے۔ بلکہ ایک شادی کے ذریعے رشتہ دار بھی بن جائیں گے۔ میری بیٹی پال کی بہت تعریف کرتی ہے ۃ

کرگ: (ادب سے کھڑے ہوکر) یوئر ایکسلنسی' میں اسے اپنے لئے باعثِ فخر سمجھتا ہوں ۃ

مارشل: اور مجھے خود بے حد خوشی ہوگی۔ مجھے ابھی یاد ہے' اگر تم میری مدد نہ کرتے تو آج جو کچھ میں ہوں وہ نہ ہوتا' میں یہ بات بھول نہیں سکتا'

کرگ: یوئر ایکسلنسی میں نے اپنا فرض سمجھ کر یہ کام کیا

تھا، ملک کی خاطر، اور اس میں میرا اپنا کاروباری فائدہ بھی تھا۔ یہ بات کیسے بھول سکتا ہوں، بھولوں تو احسان فراموشی ہوگی،

مارشل : گورنمنٹ کے خلاف فوج کی کمان کرنے اور مارشل بننے سے پہلے ہم نے مصافحہ کیا تھا، یاد ہے؟

کرگ : ایسی باتیں آسانی سے نہیں بھولتیں۔ مارشل!

(مارشل کھڑا ہوجاتا ہے اور ساتھ کرگ بھی)

مارشل : میں عنقریب اس سے زیادہ زبردست اور شاندار مہم پہ جا رہا ہوں۔ آؤ اس کے لئے دوبارہ مصافحہ کریں،

(مارشل اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے لیکن کرگ پیچھے کو ہٹتا ہے)

کیوں کرگ؟

کرگ : یوئر ایکسلنسی! میں ہاتھ نہیں ملا سکتا۔

مارشل : (تعجب سے) کیوں نہیں؟

کرگ : یوئر ایکسلنسی میں کوڑھی ہوں۔

(مارشل کچھ ہچکچاتا ہے اور اس کی طرف حیرانی سے دیکھتا ہے)

(مارشل مڑجاتا ہے اور کچھ وقفے کے بعد کہتا ہے)

مارشل : تم پروفیسر سائی گیلیس سے ملے؟

کرگ : جی ٭
مارشل : وہ کیا کہتا ہے ؟
کرگ : وہ کچھ نہ کر سکا، چنانچہ میں گیلن کے پاس گیا ٭
مارشل: اور اس نے کیا کہا ؟
کرگ : کہتا ہے پندرہ دن میں تندرست ہو جاؤ گے ٭
مارشل : بہت خوب کرگ ! یہ معلوم کرکے بہت خوشی ہوئی۔ فکر مت کرو، بہت جلدی اچھے ہو جاؤ گے ٭
کرگ : (سکون سے) اگر میں نے وہ ایک بات کر ڈالی جو گیلن مجھ سے چاہتا ہے ٭
مارشل : ضرور کر ڈالو ۔ خرچ تو خیال ہی میں نہ لاؤ۔ بہت کچھ تمہارے دم سے وابستہ ہے ۔ کہتا کیا ہے ؟
کرگ : (بیٹھتے ہوئے) صرف یہی کہ سامان جنگ بنانا چھوڑ دو ٭
مارشل : خوب، تو جیسا کہ لوگ کہتے ہیں واقعی پاگل ہے ٭
کرگ : ہوگا، اور آپ کی رائے میں تو یقیناً ہے !
مارشل: اور تمہاری رائے میں ؟
کرگ : یوئر ایکسلنسی ! مجھے افسوس ہے ۔ لیکن میں مجبور ہوں ۔ میں اس معاملے کو اور ہی نظر سے دیکھتا ہوں ٭
مارشل : لیکن تم اپنا کام روکنے کی سوچ میں تو نہیں ہو ؟

کرگ : یوئر ایکسلنسی! ایسی ناممکن بات بھی نہیں۔

مارشل : دیکھو کرگ! گیلن کو کسی طرح سمجھاؤ، بڑی بیہودہ شرط ہے۔

کرگ : لیکن وہ اسی شرط پہ میری جان بچا سکتا ہے کہ میں امن کے لئے کوشش کروں۔

مارشل : خیر تو یوں کرو، پندرہ دن کے لئے کام بند کردو۔ فضول بات ہے۔ لیکن کرنی ہی پڑے گی، کہ دنیا امن کے حق میں یہ میرا قطعی فیصلہ ہے۔ اور جب پندرہ دن گزر جائیں تو......

کرگ : ہاں میرا کام پھر سے جاری ہو جائے گا۔ بے حد شکریہ لیکن کیا یہ گیلن سے ناانصافی نہ ہو گی؟

مارشل : سنو کرگ! تم بھی جانتے ہو میں بھی، جنگ میں انصاف کوئی چیز نہیں۔

کرگ : لیکن آپ گیلن کو اتنا بیوقوف کیوں سمجھتے ہیں؟ ممکن ہے۔ وہ میرے علاج کی معیاد کو لمبا کردے۔

مارشل : ہاں وہ تمہیں سستا نہیں چھوڑے گا۔

(اٹھ کر آتشدان کی طرف جاتا ہے)

اچھا کرگ تو تم سوچ لو اور جلد فیصلہ کرکے مجھے اطلاع دو۔

کرگ : میں فیصلہ کر چکا ہوں +

(مارشل اس کی طرف رخ کرتا ہے)

مارشل : کیا ؟

(واپس میز کی طرف آتا ہے)

کرگ : میں گیلن کی شرط مان لوں گا +

مارشل : (میز کے پاس کھڑے ہو کر) کیا مطلب ؟ اتنے ہی ڈر گئے ؟

کرگ : مارشل صاحب آپ نہیں سمجھ سکتے، آپ کو اس حالت کا اندازہ نہیں۔ جب خوف خنجر کی طرح سینے کو چیرتا ہوا دل میں اتر جائے۔ وہ نقشہ میری آنکھوں میں پھر رہا ہے۔ جب میں خار دار جنگلے میں دھکیل دیا جاؤں گا۔ چیختا چلاتا "خدا کے لئے میری مدد کرو" "کوئی ہے مجھ بیکس پہ رحم کرے" اور کوئی میری فریاد نہ سنے گا۔ میرے دائیں بائیں ہزاروں انسان اسی طرح چیخ چیخ کر ہلکان ہو رہے ہوں گے +

مارشل : کرگ دیکھو ہم پرانے دوست ہیں، اگر میں دنیا میں کسی کی مدد کرنا چاہتا ہوں تو وہ تم ہو، لیکن تمہاری مدد کیسے کروں ؟

کرگ : جنگ کا ارادہ چھوڑ دیجئے یوئر ایکسلنسی ! میری خاطر صلح کر لیجئے۔ مجھے بچا لیجئے۔ مجھ جیسے لاکھوں کوڑھیوں کو بچا لیجئے (خوف سے ہراساں ہو کر مارشل کے سامنے گھٹنے ٹیک کر) مارشل! آپ چاہیں تو ہمیں بچا سکتے ہیں، خدا کے لئے ہمیں بچا لیجئے +

مارشل : (سختی سے) اٹھو کرگ ! یہ کیا گدھا پن ہے۔ اٹھو! کھڑے ہو جاؤ !

(کرگ اٹھتا ہے اور لجاجت سے اس کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے)

کرگ : یوئر ایکسلنسی معافی چاہتا ہوں +

مارشل : (بے رخی سے) اب سے کام زیادہ تیزی سے کرو تمہارے کارخانے کا کام تسلّی بخش نہیں ہے، سمجھ گئے ؟

کرگ : جی حضور

مارشل : یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ملک کو بچانا تمہارا پہلا فرض ہے، اسے کبھی نہ بھولو +

کرگ : یوئر ایکسلنسی ! آپ بجا فرماتے ہیں۔ ہرگز نہیں بھولوں گا +

(مارشل کرگ کے پاس آتا ہے)

مارشل : تو آؤ ہاتھ ملائیں +

کرگ : نہیں مارشل ! آپ شاید بھول .....

مارشل : کرگ ! اگر میں تمہارے سامنے اس طرح ڈروں تو میں قوم کا لیڈر کیسے رہ سکتا ہوں لاؤ اپنا ہاتھ +

کرگ : (ہاتھ رک رک کر بڑھاتے ہوئے) جیسے آپ کی مرضی +

مارشل : شکریہ

(مارشل کرگ سے ہاتھ ملاتا ہے، دونوں ایک دوسرے کو ایک لمحے کے لئے دیکھتے ہیں۔ پھر کرگ مڑ کر چلا جاتا ہے۔ مارشل میز کے پاس بیٹھ جاتا ہے۔ اور گھنٹی بجاتا ہے، پال حاضر ہوتا ہے)

پال : حضور !

مارشل : ڈاکٹر گیلن جہاں کہیں ہو بُلا لاؤ ٭

چھٹا منظر

اسی دن

وہی پہلا سین

مارشل اپنے کمرے میں بدستور بیٹھا ہے، اجیٹان داخل ہوتا ہے)

اجیٹان : (دروازے میں) یوئر ایکسلنسی ! ڈاکٹر گیلن +

مارشل : (لکھتے ہوئے) لے آؤ

(اجیٹان جاتا ہے اور پھر گیلن کے ہمراہ واپس آتا ہے،

دونوں دروازے میں خاموش کھڑے رہتے ہیں، مارشل لکھنے میں مصروف ہے، پھر کہتا ہے)

(لکھتے ہوئے) کون؟ ڈاکٹر گیلن؟

گیلن : جی پروفیسر صاحب +

اجٹیان : (کان میں) یوئر ایکسلنسی کہئے +

گیلن : میرا مطلب ہے، یوئر ایکسلنسی +

مارشل : (لکھتے ہوئے) ادھر آؤ +

گیلن : حاضر ہُوا جناب! یوئر ایکسلنسی!

(وہ چند قدم آگے بڑھتا ہے۔ مارشل قلم نیچے رکھ دیتا ہے اور اس کی طرف دیکھتا ہے)

مارشل : ڈاکٹر گیلن! میں نے تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ سفید وبا کے سلسلے میں تمہاری کامیابی پر مبارکباد دوں، مجھے حفظانِ صحّت کے مختلف محکموں سے تمہاری کارگذاریوں کے بارے میں بہت سی اطلاعیں مل چکی ہیں' (ایک فائل اٹھاتے ہوئے) میں نے دیکھا ہے کہ دوسرے ڈاکٹر بھی تمہارے کام کی تعریف کرتے ہیں' بڑی کامیابی ہے +

گیلن : (کسی قدر تسلی کے ساتھ لیکن مرعوب انداز میں) حضور کی ..... ادنہہ ہوں' یوئر ایکسلنسی کی بڑی عنایت

ہے +

مارشل : دیکھو میری ایک تجویز ہے - میرا خیال ہے تمہیں پسند آئے گی، میں گرائیل ہسپتال کو اس وبا کے علاج کے لئے وقف کر دینا چاہتا ہوں، تم اس کے انچارج ہو گے - وہاں پہنچو اور کام شروع کرو، فوراً +

گیلن : (گھبرائے ہوئے) لیکن جناب میں یہ کیسے کر سکتا ہوں، میرا مطلب ہے....... یہ تو ...... بہت مشکل ہو گا، میرا اتنا کام ہے وہ کیسے چھوڑ دوں +

مارشل : گیلن یہ میرا حکم ہے +

گیلن : لیکن میں یہ کام کیسے سنبھال سکتا ہوں، مجھے تجربہ نہیں +

مارشل : تو سنو - تمہیں اور طرح سمجھاؤں +

(مارشل اجبٹان کی طرف خاص انداز میں دیکھتا ہے اور وہ باہر چلا جاتا ہے، مارشل سلسلۂ گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے)

ڈاکٹر! تم نے کرگ کا علاج کرنے سے انکار کر دیا ہے +

گیلن : معافی چاہتا ہوں، میں نے انکار نہیں کیا، صرف یہ کہا تھا، ایک شرط ہے +

مارشل : تمہیں کرگ کا علاج بغیر کسی شرط کے کرنا ہوگا +

گیلن : دوبارہ معافی چاہتا ہوں۔ لیکن مجھے اس شرط پر اصرار ہے +

مارشل : تم جانتے ہو ڈاکٹر! لوگوں سے حکم منوانے کے کئی طریقے ہیں +

گیلن : میں جانتا ہوں، مجھے قید کر لیجئے +

مارشل : بہت اچھا +

(وہ گھنٹی بجانے لگتا ہے۔ لیکن پیشتر اس کے وہ گھنٹی بجائے گیلن بول پڑتا ہے)

گیلن : نہیں نہیں ایسا نہ کیجئے۔ کتنے مریض ہیں جنہیں میرا سہارا ہے۔ اگر آپ نے مجھے قید کر لیا تو آپ ان کی زندگی چھین لیں گے +

مارشل : یہ کوئی نئی بات نہیں۔ میرے مخالفوں کا یہی حشر ہوا کرتا ہے۔ سوچ لو، (وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کی طرف جاتا ہے) گیلن! یہ بتاؤ، تم پاگل ہو؟ اپنے کو بہت بڑا سمجھتے ہو؟ یا کیا؟

گیلن : نہیں حضور! میں بڑا آدمی کہاں سے آیا، بات

یہ ہے - میں نے پچھلی جنگ میں کام کیا - اور بہت سے لوگوں کو مرتے دیکھا ÷

مارشل : میں نے بھی کام کیا اور لوگوں کو ملک کی خاطر لڑتے دیکھا، یہ لوگ واپس آئے تو غازی بن کر آئے ÷

گیلن : لیکن میں نے اُن لوگوں کو دیکھا جو واپس نہیں آئے، یہ فرق ہے، حضور یوئر ایکسلنسی !

مارشل : تم کونسی رجمنٹ میں تھے ؟

گیلن : (ایڑیاں ملا کر فوجی حُسن اسلوب کے ساتھ) پیادہ فوج نمبر ۳۶ میں ÷

مارشل : کیا ٹھاٹھ کی رجمنٹ تھی، تمہیں کوئی تمغہ بھی ملا تھا ؟

گیلن : "سنہری صلیب اور تلواروں" کا تمغہ ÷

مارشل : ہاتھ ملا کر) شاباش !

گیلن : نوازش ÷

مارشل : تو دیکھو کرگ کے پاس فوراً پہنچو ÷

گیلن : جناب یہ تو نہیں ہو سکتا ÷

مارشل : حکم عدولی ؟ تو بہت اچھا ÷

(کندھوں کو ہلاتا ہے اور گھنٹی بجاتا ہے اجیٹان حاضر

ہوتا ہے)
(اجیٹان سے) ڈاکٹر گیبن کو گرفتار کر لو ۔

اجیٹان : بجا یوئر ایکسیلنسی !
(جونہی اجیٹان اس کی طرف بڑھتا ہے گیلن مارشل سے مخاطب ہوتا ہے)

گیبن : یوئر ایکسلنسی ، سوچ لیجئے ، شاید ایک دن آپ کو میری ضرورت پڑ جائے ۔

مارشل : مجھکو ؟

گیلن : ہاں شاید آپ کو بھی ۔

مارشل : نہیں (کچھ دیر تک تامل کرتا ہے اور گیلن کی طرف دیکھتا رہتا ہے اور پھر اجیٹان سے خطاب کر کے کہتا ہے) تم جاؤ ۔
(اجیٹان باہر جاتا ہے ، مارشل بہ اندازہ کر کے کہ اس کی تمام چالیں بے سود ثابت ہوئی ہیں ، اپنے انداز گفتگو کو بدل کر نرمی سے بات کرتا ہے)
بیٹھ جاؤ گیلن !
(گیلن بیٹھ جاتا ہے اور مارشل بھی اس کے قریب بیٹھتا ہے)
گیلن ! مجھے تم سے کچھ کہنا ہے ، لیکن تم ایسے خر دماغ ہو سمجھ میں نہیں آتا کیسے سمجھاؤں ۔ دیکھو

کرگ بہت بڑا آدمی ہے، تم اندازہ نہیں کر
سکتے وہ ملک کے لئے کتنا مفید ہے اور میرے
لئے بھی، میرا وہی ایک دوست ہے۔ جو کچھ
مجھے اس پہ بھروسہ ہے اور کسی پہ نہیں، تم
سمجھ نہیں سکتے۔ ڈکٹیٹر کی کیا حالت ہوتی ہے
اکیلا ہوتا ہے، کسی سے دل کی بات نہیں
کر سکتا، میں تم سے بحثیت انسان کے کہہ رہا
ہوں۔ اس لئے کہ مجھے تم سے ایک التجا کرنی
ہے، مدت ہوئی میں نے کبھی کسی سے یوں التجا
نہیں کی، دیکھو کرگ کی جان بچا لو،

گیلن : یوئر ایکسلنسی! آپ مجھے عجیب الجھن میں ڈال
رہے ہیں، ممکن ہوتا تو میں یقیناً آپ کی مدد
کرتا، مجھے بھی آپ سے ایک التجا کرنی ہے +

مارشل : یہ تو کوئی جواب نہیں،

گیلن : جواب ہے، آپ ایک بڑے سیاست دان
ہی نہیں بلکہ ایک زبردست طاقت ہیں،
ایسی طاقت جس کی کوئی انتہا نہیں، خیال
کیجئے آپ کا صلح کے لئے اعلان کرنا کتنا بڑا
اثر رکھتا ہے، کتنا بڑا اثر رکھتا ہے، دنیا میں

سار ی جنگی تیاریاں صرف آپ کی وجہ سے ہو رہی ہیں' اگر آپ دیانتداری سے کہ دیں کہ میں صلح چاہتا ہوں تو سارے جھگڑے ابھی مٹ جائیں اور دنیا میں امن قائم ہو جائے؟

مارشل : گیلن! ہم کرگ کی بات کر رہے تھے'

گیلن : بالکل' آپ صرف کرگ کو نہیں بلکہ لاکھوں کوڑھیوں کو بچا سکتے ہیں۔ آپ اتنا ہی کہ دیں میں امن چاہتا ہوں' سب کچھ آپ کے ہاتھ میں ہے' میں ان بدنصیبوں کی کہاں تک وکالت کروں جو ہزاروں کی تعداد میں مر رہے ہیں اور انہیں میرے سوا بچانے والا کوئی نہیں' باقی رہا کرگ کا معاملہ' اس کے علاج سے انکار کرنا میرے لئے آسان نہ تھا۔ محض اس کی خاطر۔ اس کے کام سے قطع نظر......

مارشل : یہ لغو بات ہے۔

گیلن : آپ ایک لفظ کہ دیجئے سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا'

مارشل : تو کیا میں تمہیں بچوں کی طرح سمجھاؤں؟ تم یہ کیوں سمجھتے ہو کہ جنگ یا صلح میری مرضی

پر ہے، میں تو وہی کرتا ہوں جس میں قوم
کی بہتری ہوتی ہے۔ اگر قوم لڑنا چاہتی ہے
تو میرا فرض ہے کہ اسے لڑائی کے لئے تیار
کروں، اور اس کا رہنما بنوں ؂

گیبلن : بجا ہے۔ لیکن اگر آپ نہوں تو قوم کوئی
جنگ نہ کرے ؂

مارشل : ٹھیک ہے، قوم واقعی جنگ نہ کرے۔ اگر
میں نہ ہوں تو وہ جنگ کے لئے تیار ہی نہ ہو۔
اسے اپنی طاقت کا، اپنے مستقبل کا احساس
ہی نہ ہو، لیکن خدا کا شکر ہے اُسے احساس
ہے اور میں صرف اس کی مرضی کو پورا کر
رہا ہوں ؂

گیبلن : لیکن قوم کو اس سانچے میں آپ ہی نے
ڈھالا ہے۔ یہ احساس بھی آپ ہی نے دلایا
ہے ؂

مارشل : یقیناً میں نے دلایا ہے، قوم کو دوبارہ قوم
بنا دیا ہے، گیبلن! تم سمجھتے ہو صلح جنگ
سے بہتر ہے، میں سمجھتا ہوں فتحیابی کی جنگ
بے عزتی کی صلح سے بہتر ہے، اور میں اپنی

قوم کو اس فتح سے محروم نہیں رکھ سکتا۔

گیلن : یا فتح کی آس ہیں مرنے والوں سے۔

مارشل : ہاں فتح کی آس میں مرنے والوں سے، کیا تم یہ نہیں سمجھتے کہ اُن کا خون غیر ملکی زمین کے ایک ذرا سے ٹکڑے کو ہمارے ملک کا شاندار حصّہ بنا دے گا، اور پھر ان لوگوں کی اولاد اُسے استعمال کرے گی اور اس پہ فخر کرے گی، یہ جنگ ہی کی برکت ہے کہ معمولی افراد ایک قوم بن جاتے ہیں، اور ادنیٰ انسانوں کو سورماؤں کا رتبہ حاصل ہوتا ہے۔

گیلن : یا بے جان لاشوں کا، میں نے میدان جنگ میں زندوں سے زیادہ مردوں کو دیکھا،

مارشل : تم ڈاکٹر تھے، تم نے مردوں کو دیکھا، مجھے سب بہادر نظر آئے۔ تمہیں انعام اس لئے ملا کہ تم نے میدان جنگ میں زخمیوں کی مرہم پٹی کی، کیا یہ بہادری نہ تھی؟

گیلن : نہیں، یہ میرا فرض تھا جو میں نے پورا کیا،

(مارشل کا انداز مخلصانہ ہے۔ وہ سادہ طریق سے

بغیر کسی رعب کے بات کرتا ہے)

مارشل : اب سنو، یہ تمہاری صلح اور امن کی باتیں کیا تم اسے کوئی ایسا کام سمجھتے ہو جو خاص طور سے تمہارے سپرد کیا گیا ہے ؛

گیلن : میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا ؛

مارشل : میرا مطلب ہے۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اس کام میں۔ کیا کہنا چاہیئے۔ کوئی آسمانی طاقت کام کر رہی ہے ؛

گیلن : ہرگز نہیں، میں تو بحیثیت انسان کے اسے اپنا ذاتی فرض سمجھ کے کرتا ہوں

مارشل : نہیں، تم غلطی پر ہو، تمہارا اور میرا کام صلح ہو یا جنگ یہ سب کچھ انسان کے قبضے میں نہیں بلکہ ایک اور طاقت کے ہاتھ میں ہے ؛

گیلن : کونسی طاقت ؟

مارشل : خدا کی، میں جانتا ہوں جو کچھ کر رہا ہوں اسی کے حکم سے کر رہا ہوں ؛

گیلن : آپ کا مطلب ہے آپ جنگ کرنے پر مجبور ہیں ؟

مارشل : ہاں قوم کی خاطر ؛

گیلن : جس کی اولاد کا خون بہے گا۔

مارشل : ہاں۔

گیلن : اور جن کے ماں باپ کوڑھ سے مر جائیں گے۔

مارشل : مجھے اُن سے کیا غرض، وہ سپاہی نہیں ہیں، اور سپاہیوں کے علاوہ مجھ پہ کسی کا کوئی حق نہیں ہے دیکھو گیلن! تمہیں کرگ کا علاج کرنا ہو گا، ملک کو اس کی ضرورت ہے،

گیلن : تو اسے میرے پاس بھیج دیجئے

مارشل : اور تمہاری شرط وہی ہو گی۔

گیلن : بالکل۔

مارشل : تو پھر گیلن! سوائے اس کے چارہ نہیں کہ تمہیں گرفتار . . . .

(مارشل گھنٹی بجانے ہی لگتا ہے کہ ٹیلیفون کھڑکتا ہے، وہ اسے اٹھاتا ہے

ہاں ہاں میں ہی بول رہا ہوں، . . . کیا؟ . . . . . کیا؟
وہ . . . . مر . . . . کب؟ . . . ہوں بہت اچھا،

(ٹیلیفون رکھ دیتا ہے اور گیلن سے بے جان سی آواز میں کہتا ہے)

گیلن اب تم جا سکتے ہو، اچھا ہُوا، پانچ منٹ ہوئے کرگ نے خودکشی کر لی،

پردہ

تیسرا ایکٹ

پہلا منظر

چند ہفتے بعد

مارشل کا دفتر

مارشل وزیر پروپیگنڈا سے مشورہ کر رہا ہے

وزیر : یہ ہے صورت حالات ، ہمارے پروپیگنڈے کا کام مشکل ہوتا جا رہا ہے - جہاں دیکھو جنگ کی مخالفت زور پکڑ رہی ہے ، ایسا معلوم ہوتا ہے لوگ سفید دبا کو بین الاقوامی جنگ سے زیادہ اہم سمجھتے ہیں ، دوسری حکومتوں کا یہ حال ہے کہ ہزارہا لوگوں کے دستخط کئے ہوئے محضر نامے اُن کے پاس پہنچ رہے ہیں اور وہ گھبرائی ہوئی ہیں +

مارشل : (میز کے قریب آکر) تو یہ اچھی بات ہے ، اس سے ہماری فوجوں کو بڑھنے کا موقع مل جائے گا اور دشمنوں کے مقابلے کی طاقت کمزور رہے گی ، اور

کوئی بات ؟ (وہ بیٹھ جاتا ہے)

وزیر : ہر روز با اثر لوگ صلح کی تحریک میں شریک ہو رہے ہیں مثلاً پریزیڈنٹ ......

مارشل : میں جانتا ہوں،

وزیر : اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس کے دل میں سفید وبا کا ڈر بیٹھ گیا ہے۔ اس کی اپنی خالہ بیمار پڑی ہے۔ اور وہ دنیا کی حکومتوں سے درخواست کرنے کو ہے کہ صلح کے لئے مل کے مشورہ کریں،

مارشل : یہ تو بُری بات ہو گی خیر کوئی تجویز ؟

وزیر : یوئر ایکسلنسی ! تجویز تو کیا بتاؤں، حالات کچھ بگڑ ہی گئے ہیں، دنیا لڑائی پسند نہیں کرتی، اور یہ سب بیماری کی وجہ سے ہے، آج کل تو سیاسی نعرہ بھی یہی ہو گیا ہے "صحّت صحّت" لوگوں کو صرف علاج کی پڑی ہے، ہر روز یہی سنتا ہوں یہاں بھی آپ کی مخالفت بڑھ رہی ہے،

مارشل : تو اس بارے میں تمہارا محکمہ کیا کر رہا ہے ؟

وزیر : جو کچھ ممکن ہے، لیکن ہماری کوششوں سے ان چیزوں کا رُکنا یقینی نہیں، نوجوانوں میں، آپ جانتے ہیں، ویسا ہی جوش ہے وہ آپ کیلئے

جہنم میں بھی کود پڑنے کے لئے تیار ہیں، وقت ہے تو بوڑھوں کی، یہ لوگ کسی نہ کسی دن ضرور گل کھلائیں گے،

مارشل : ہاں تو پھر؟

وزیر : جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں، بوڑھے لوگ مالی لحاظ سے بہت اہم ہیں۔ معاملہ انہیں کے ہاتھ میں ہے، اگر جنگ شروع ہوئی تو وہ سب کچھ بگاڑ کے رکھ دیں گے، انہیں چپ کرانا بہت ضروری ہے،

مارشل : کیا؟

وزیر : جس طرح بھی ہو اس ڈاکٹر سے علاج کا پتہ لگانا چاہیئے

مارشل : وہ کیسے؟

وزیر : یوئر ایکسلنسی! آپ کو معلوم ہے ان لوگوں کو منوانے کا کیا طریقہ ہے، یہ ٹھیک ہے اس طریقے سے کبھی اتفاقیہ موت بھی واقع ہو جاتی ہے۔

مارشل : (آتشدان کی طرف جاتے ہوئے) مجھے معلوم ہے۔ لیکن اس وقت لوگوں پہ اس کا بُرا اثر پڑے گا،

وزیر : (اس کے پیچھے جاتے ہوئے) لیکن یوئر ایکسلنسی ہمیں اس سے دینا نہیں چاہیئے ۔

(وقفہ)

مارشل : (میز کی طرف آتے ہوئے) پیشتر اس کے کہ لوگ یہاں صلح کے لئے کوئی جماعت بنائیں ۔ ہمیں اپنی فوج کو سرحد پہ بھیج دینا چاہیئے..... فوراً حملہ ہو ! ہاں تو اس کی کوئی وجوہات بھی ہونی چاہئیں ..... وہ کیا ہیں ؟

وزیر : وجوہات تو دیر سے تیار رکھی ہیں ۔ دشمن آپ کے خلاف سازش کر رہا ہے ۔ آپ کی حکومت کے خلاف سازش کر رہا ہے، اشتعال انگیزی پہ کمر باندھ رکھی ہے ۔ ایسے ہی عام بہانے، اور وقت پر کوئی سیاسی شوشہ کھڑا کر لیں گے ۔ جس میں دشمن الجھ جائے گا، پھر یہ ہوگا کہ جتنے شورش پسند یہاں ہیں ۔ سب کے سب گرفتار کر لئے جائیں گے ۔ اور اخباروں کو اشارہ کر دیا جائیگا ۔ کہ اس بات کا خوب چرچا کریں، جنگ کی حمایت میں مظاہرے خود بخود شروع ہو جائیں گے ۔ حب الوطنی کا جتنا جوش آپ چاہیں اس کا

ٹھیکہ میں لئے دیتا ہوں، البتہ تمام ضروری کارروائی
جلد از جلد ہو جانی چاہئے ۔

مارشل : یہ میں کروں گا، (کھڑکی کی طرف جاتے ہوئے) تو آخر جنگ ہو گی ——— ایک بار پھر قوم کو لے کے بڑھوں گا عظمت اور سربلندی کی طرف ۔

دوسرا منظر

چند روز بعد

پردہ اٹھنے سے پہلے دُور گھنٹیوں کے بجنے اور گانے کی آواز سنائی دیتی ہے ۔ گانا مدھم پڑھنے پر پردہ اٹھتا ہے ۔ اور مارشل کی آواز سنائی دیتی ہے،

(مارشل کا کمرہ، چھجے کی کھڑکی کھلی ہوئی ہے ۔ چھجے میں مارشل کھڑا لوگوں سے خطاب کر رہا ہے)

کمرے میں اس کی بیٹی اینٹھ اور کرگ کا بھتیجا پال کرگ موجود ہیں، مارشل فوجی لباس میں ہے، یہ دونوں کھڑے مارشل کی متین تقریر کو سُن رہے ہیں ۔

مارشل : ہجوم سے) ایسے اہم وقت میں جب کہ ہماری ہوائی طاقت ہمارے مکار دشمن کے شہروں کو تہ و بالا

کر رہی ہیں اور ہماری فوجوں نے سرحد کو پاکر لیا ہے۔ (ہجوم کے بیتابانہ نعرے)

میں اپنی قوم اور دنیا کے سامنے یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے یہ اچانک اور خطرناک قدم کیوں اٹھایا ہے،

(مارشل زندہ باد، مارشل زندہ باد کے نعرے لگتے ہیں، جنگ جنگم

(مارشل ہاتھ اٹھاکر انہیں خاموش کراتا ہے)

ہاں میں نے جنگ شروع کی ہے، اور دشمن کو اطلاع کئے بغیر شروع کی ہے، یہ میں نے اس لئے کیا ہے، کہ دشمن ہمارے پہلے حملے سے سر اٹھانے نہ پائے کہ جنگ کا خاتمہ ہو جائے، اس طرح کرنے سے آپ کے وہ تمام بچے جو میدانِ جنگ میں جیت رہے ہوں گے ایک طویل اور مہلک جنگ سے بچ جائیں گے۔ یہ قدم میں نے تمہاری خاطر اٹھایا ہے، تمہارے بچوں کی خاطر اٹھایا ہے، اب میں تم سے پوچھتا ہوں، تمہاری کیا رائے ہے؟

(جنگ! جنگ! مارشل زندہ باد کے نعرے)

تم اس بات کو ہرگز گوارا نہ کرو گے کہ میں اُن لوگوں سے بات چیت کروں جو اتنا عرصہ ہمیں اکساتے رہے۔ ہماری

توہین کرتے رہے۔ہم نے سالہا سال ضبط کیا۔شورش پسندوں نے جو دشمن کے ہاتھ بکے ہوئے ہیں، ملک میں بار بار بدامنی پھیلانے کی کوشش کی، لیکن اب صبر نہیں ہو سکتا، اب ان چیزوں کو برداشت کرنا ہماری ذلت ہے۔

(ہجوم کا شور، "مار ڈالو، قتل کر دو")

محض شور مچانے سے ہمارا وطن دشمن کے شر سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔اس کا صرف ایک ہی طریقہ تھا وہ میں نے اختیار کر لیا، ہماری فوجیں اس ملک کو بالکل نیست و نابود کر دیں گی، جس نے ہمارے امن پہ بار بار چھاپہ ڈالا ہے، اس قوم کو تباہ کر دیں گی، جو قوم کہلانے کی مستحق نہیں، یہ کام فوراً ہو کے رہے گا، اور یقیناً ہو کے رہے گا، دوسری قومیں کیا کہتی ہیں ہمیں اس کی ہرگز پروا نہیں، انہیں دخل دینے کا کوئی حق نہیں پہنچتا، وہ اگر چاہیں تو دشمن کی مدد کر سکتی ہیں، میں ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں وہ ہمارے مقابلے پہ آنا چاہیں تو آجائیں، ہمیں پروا نہیں، ہمیں کسی کا خوف نہیں، ہم کسی سے نہیں ڈرتے۔

("ہم کسی سے نہیں ڈرتے"، "مارشل زندہ باد" کے نعرے)

(آوازیں ختم ہونے پر)

تمہاری عزت کی خاطر جب میں نے اپنی بہادر فوجوں کو میدانِ جنگ میں بھیجا تو مجھے یقین تھا کہ تم میرے ساتھ ہوگے، اور اب بھی تمہاری عزت کی خاطر دنیا کے سامنے اعلان کرتا ہوں کہ ہم لڑنا نہیں چاہتے تھے ہمیں لڑنے پہ مجبور کیا گیا ہے، اب ہم اخیر تک لڑیں گے اور لڑائی جیت کر رہیں گے، خدا ہمارے ساتھ ہے، اور اس کے فضل و کرم سے فتح ہماری ہوگی، ہماری، یقیناً ہماری ہوگی، طاقت، شوکت، جاہ و جلال ...... ہم جیتیں گے (خم ٹھونک کر) ہاں حق ہمارے ساتھ ہے، ہم سچائی یہ ہیں ——

(دفعتہً اس کی آواز کمزور پڑ جاتی ہے، اور اچانک اس کی طاقت جواب دے جاتی ہے۔ تقریر جاری رکھنا اس کے لئے مشکل ہو جاتا ہے)

ہم ...... سچائی ...... یہ ہیں

(وہ کمرے کی طرف لڑکھڑاتا ہوا لوٹتا ہے)

(ہجوم کا نعرہ "ہم سچائی یہ ہیں" بلند ہوتا ہے

"جنگ" "جنگ" "دشمن کو تباہ کردو" "مارشل زندہ باد")

سچائی یہ ...... ہم ...... ہیں ——

اینیٹا : (مارشل کی طرف جاتے ہوئے) ابا جان؟

پال : (مارشل کی طرف جاتے ہوئے) کیا ہوا یوئر ایکسلنسی؟

اینیٹا : ابا جان!

مارشل : (بیٹھتے ہوئے) کچھ نہیں، ہٹ جاؤ
(ابھی تک تقریر کی کیفیت اس پہ طاری ہے) ہم سچائی پہ ہیں!
سچائی پر ——

پال : کیا بات ہے، مارشل ؟

مارشل : (سینے پر ہاتھ رکھ کر) بدن سرد ہو رہا ہے ۔

پال : یوئر ایکسلنسی ——

مارشل : بدن سرد ہو رہا ہے ۔

انیٹہ : ابّا جان! ابّا! کیا بات ہے ؟
(باہر آوازیں بلند ہو رہی ہیں مارشل کو کھڑکی کی طرف بلایا جا رہا ہے)

مارشل : (اُٹھتے ہوئے) مجھے بُلا رہے ہیں! چھوڑ دو مجھے!

انیٹہ : نہیں ابّا
(مارشل، مارشل آئیں، کے نعرے ۔ مارشل پال اور انیٹہ کی طرف رُخ کرتا ہے)

مارشل : تمہاری کوشش بیکار ہے، ہٹ جاؤ
(انیٹہ لپک کر پال کے پاس پہنچتی ہے باہر مارشل کو بلانے کا سلسلہ جاری ہے)
(مارشل چھجے میں پہنچتا ہے اور ہمت باندھ کر انیٹہ کے کھڑا ہو جاتا ہے اور لوگوں کے نعروں کا سلام سے جواب دیتا ہے "مارشل زندہ باد" کے نعرے بلند ہوتے ہیں)

اینٹہ : پال

(پال جلدی سے ٹیلیفون کی طرف بڑھتا ہے کتاب کو بے تابی سے دیکھتا ہے اور پھر ٹیلیفون کے ڈائل کو گھماتا ہے)

پال : (ٹیلیفون پہ باتیں کرتے ہوتے) پروفیسر سائی گیلیس ہیں ؟ میں پال کرگ بول رہا ہوں، مارشل کے مکان پہ فوراً پہنچئے فوراً ہاں،

(باہر نعرے بڑے زور سے بلند ہوتی ہیں، "مارشل زندہ باد" مارشل زندہ باد" "جنگ، جنگ" "دشمن کو تباہ کر دو" "مارشل زندہ باد" مارشل کھڑکی سے ہٹ کر واپس آتا ہے اور پال اور اینٹہ سے اپنی کمزوری اور ضعف کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے)

مارشل : میں جس دن کی امید لگائے بیٹھا تھا، آج وہ دن آگیا، مبارک دن (میز کی طرف جاکر) جنرل برلکا کی کوئی اطلاع تو نہیں آئی ؟

(باہر لوگ فوجی گانے گا رہے ہیں)

سنو! لوگ کیا کہ رہے ہیں وہ جانتے ہیں میں نے انہیں کیا بنا دیا ہے! ایک قوم ؟

(باہر مارشل کو پھر بلایا جلایا رہا ہے)

بہت اچھا میں آتا ہوں

(وہ اٹھ کر جانے کی کوشش کرتا ہے لیکن اٹھ نہیں سکتا پال اس

کی طرف آتا ہے)

پال : یور ایکسلنسی ! مجھے اجازت دیجئے

(مارشل کرسی پہ بیٹھ جاتا ہے پال جلدی سے چھجے پہ پہنچتا ہے اور لوگوں کو خاموش کراتا ہے خاموشی پر کہتا ہے)

دوستو ! ہز ایکسلنسی نے مجھے بھیجا ہے کہ تمہارا شکریہ ادا کروں وہ اس وقت نہایت ضروری کام میں مصروف ہیں ، آرام چاہتے ہیں ۔

(لوگوں کے نعرے "مارشل زندہ باد" "مارشل زندہ باد")

مارشل : کاش آج کرگ زندہ ہوتے اور یہ دن دیکھتے !

(پال چھجے سے واپس آتا ہے)

پال ! تمہارے چچا میرے بہترین دوست تھے

انیٹہ : ابا آپ اندر چل کے آرام کیجے ۔

مارشل : گھبراؤ نہیں اینٹہ ! ٹھیک ہو جاؤں گا ، بالکل ٹھیک ہو جاؤں گا ، (اس کا ہاتھ پکڑتا ہے) تم دیکھ لوگی ، ذرا آرام کی ضرورت ہے ، اتنے بڑے ہنگامے کے بعد خموشی کتنی اچھی معلوم ہوتی ہے ! میں ابھی ٹھیک ہو جاؤں گا ، کاش خبر آجاتی جنگ کا کیا ہوا ! (کان لگا کے سنتا ہے) سنو ! وہ گا رہے ہیں ۔

پال : آپ کو بُرا لگتا ہو تو میں ......

مارشل : نہیں گانے دو

(کچھ دقت کے لئے اس کی طاقت بحال ہو جاتی ہے)

جھنڈے لہرا رہے ہیں، ہر جگہ، بازاروں، مکانوں پر یہی موقع ہے شہر میں جانے کا، لوگ مجھے دیکھیں (پھر تقریر کے انداز میں) انہیں کہ دو ہم سچائی پر ہیں، سچائی پر.....

انیٹہ : ابا جان! ابھی ان باتوں کو چھوڑیے۔

مارشل : ہاں ابھی نہیں، لیکن وہ وقت آنے والا ہے، جب ہماری فتح ہو گی، اور ہماری بہادر فوجیں واپس آئیں گی اور میری...... میری کمان میں قدم اٹھاتی ہوئیں شہر میں داخل ہوں گی، پچھلی دفعہ تم نے میرے جلوس کو گزرتے نہیں دیکھا، تم ننھی سی تھیں، لیکن اب کے تم دیکھو گی، اور خوش ہو گی، (پال سے خطاب کرکے) پال! ہم جیسے لوگوں کے لئے جنگ عجیب شے ہے، فوج کی کمان! اتنی بڑی فوج کی! جس کا مقابل دنیا بھر میں نہیں،

(اجیٹان دروازے پر آتا ہے)

اجیٹان : یور ایکسلنسی، پروفیسر سائی گیلیں۔

مارشل : کیا کام ہے؟

انیٹہ : (اجیٹان سے) انہیں ابا کے کمرے میں بٹھاؤ

اجیٹان : بہت اچھا (اجیٹان جاتا ہے)

مارشل : (اٹھتے ہوئے) اینٹہ! افسوس! یہ ڈاکٹروں کی بات کیوں چھیڑ دی، تمہارے پاس مجھے آرام تھا!

اینٹہ : ابّا جان!

(مارشل باہر جاتا ہے، کچھ دیر خموشی کے بعد، اینٹہ دوڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ جاتی ہے)

پال : اینٹہ پیاری، روؤ نہیں، مجھے دُکھ ہوتا ہے،

اینٹہ : کہیں سفید وبا تو نہیں؟

پال : خدا کے واسطے یہ مت کہو، سفید وبا ہوتی تو انہیں پتہ نہ ہوتا؟

اینٹہ : کچھ نہیں کہہ سکتی، آج کل انہیں اپنا ہوش نہیں۔ وہ سمجھتے تھے...، بیماری انہیں چھو نہیں سکتی۔ انہیں یقین تھا کہ کوئی طاقت اُن کی فتح کو روک نہیں سکتی۔

پال : گھبرانے کی کوئی بات نہیں میری جان! دنیا کے بہترین ڈاکٹر بلوالیں گے۔ وہ انہیں جلد اچھا کر دیں گے۔

اینٹہ : لیکن ڈاکٹر تو کچھ کر ہی نہیں سکتے، ہائے میرے ابّا کو یہ روگ کیوں لگ گیا!

پال : حوصلہ کرو، اینٹہ! کیا کر رہی ہو؟ مارشل کا خیال کرو۔ وہ بڑے حوصلے والے ہیں۔ وہ کسی موت سے نہیں ڈرتے۔

انیتا : (اٹھ کر کھڑکی کی طرف جاتے ہوئے) نہیں پتہ نہیں مجھے ان سے کتنی محبت ہے، انہیں کچھ ہُوا تو میں مر جاؤں گی،

پال : (اس کی طرف جا کر) لیکن ابھی تو ہمیں کچھ پتہ ہی نہیں ہے؟ ممکن ہے انہیں کچھ بھی نہ ہو، بالکل اچھے ہوں یہ کیوں نہیں سمجھتیں؟

انیتا : ہاں پال! کوشش کروں گی۔

پال : انیتا!

انیتا : ہاں!

پال : میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں (وقفہ) مجھے جنگ میں جانے کا حکم ہُوا ہے،

انیتا : پال نہیں تم نہیں جاؤ گے، ابا جان تمہیں یہاں رکھنا چاہتے ہیں۔

پال : لیکن ......

انیتا : اور پھر جنگ زیادہ دیر نہیں رہے گی، وہ کہتے ہیں چند دن کی بات ہے۔

پال : یہ میں جانتا ہوں لیکن جانا ہی پڑے گا، میں جنگ سے باہر نہیں رہ سکتا، تم خوب جانتی ہو؟

انیتا : ہاں جانتی ہوں۔

(اجیتا آتا ہے)

اجیٹان : مارشل کہاں ہیں ؟

پال : یہاں نہیں ہیں +

اجیٹان : جنرل برنکاان سے ملنے آئے ہیں +

پال : کیا کہتے ہیں ؟

اجیٹان : جنگ کی ڈاک لے کر آئے ہیں +

پال : خود لے کر آئے ہیں ؟

اجیٹان : جی ہاں '

پال : تو پتہ نہیں ...... انہیں کہو ڈاک چھوڑ جائیں +

اجیٹان : صاحب وہ نہیں مانتے' کہتے ہیں مارشل سے ملنا ضروری ہے

پال : انہیں کہ دو' ملاقات نہیں ہو سکتی'

اجیٹان : لیکن وہ تو باہر کھڑے ہیں اور شور ......

پال : دیکھو! انہیں کہو' مارشل بہت مصروف ہیں' مل نہیں سکتے...

اجیٹان : بہت خوب + (باہر جاتا ہے)

پال : (اینٹہ کی طرف جاکر) جرنیل کو تمہارے ابّا کا پتہ نہیں لگنا چاہیئے کسی کو بھی نہیں لگنا چاہیئے +

اینٹہ : آخر بتانا ہی پڑے گا +

پال : ہاں لیکن ابھی نہیں - ہم یہی ظاہر کریں گے کوئی بات نہیں ہوئی - (جرنیل گھبرایا ہوا داخل ہوتا ہے)

جرنیل : کرگ! مارشل کہاں ہیں؟ مجھے ان سے ملنا ہے +

پال : آپ نہیں مل سکتے، وہ مصروف ہیں +
جرنیل : انہیں میرا سلام دو ــــ نہیں میں خود جاتا ہوں +
پال : دیکھئے وہ نہیں مل سکتے، کوئی پیغام ہو تو دے دیجئے +
جرنیل : کام بہت ضروری ہے اسی لئے تو خود آیا ہوں +
انیٹہ : ہمارے لائق کوئی بات ہو تو بتا دیجئے +
جرنیل : نہیں یہ کام صرف مارشل کے متعلق ہے۔ دیکھئے۔ ایک منٹ تاخیر ہوئی تو خدا جانے کیا آفت......
انیٹہ : آفت! کیا معنی؟
جرنیل : غضب خدا کا، ذرا سا ملک، یقین نہیں آتا، بلا کی طرح ڈٹے کھڑے ہیں، شروع میں ہم دس میل بڑھے تھے، شہر پہ حملے کرنا تھا، مکمل شکست ہوئی، کس دلیری سے لڑ رہے ہیں۔ ہمارے اٹھارہ ہوائی جہاز تباہ کر چکے ہیں اور ٹینکوں کو سرحد پر روک رکھا ہے +
پال : تو گویا نہایت قیمتی وقت ضائع ہو رہا ہے +
جرنیل : صرف وقت ضائع نہیں ہو رہا، اندیشہ ہے، اتنے عرصے میں دوسرے ملکوں سے مدد نہ پہنچ جائے +
پال : مارشل تو سمجھتے تھے پہلے ہی حملے میں ان کے چھکّے چھوٹ جائیں گے +
جرنیل : اب تو حالات بالکل بدل گئے ہیں، ممکن ہے جنگ عالمگیر

ہو جائے، کرگ! دیکھو مارشل کو اطلاع دینا بہت ضروری ہے، ان کے بغیر کچھ نہیں ہو سکے گا،

(دروازہ دفعتہً کھلتا ہے اور وزیر خارجہ اجیٹان کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے آتا ہے)

وزیر خارجہ: مارشل سے ملنا ہے (دروازہ بند کر دیتا ہے، اجیٹان باہر رہ جاتا ہے) کہاں ہیں؟

انیٹہ : آرام کر رہے ہیں

وزیر خارجہ: (جرنیل سے) کچھ سنا؟

جرنیل : جنگ کی خبر؟ بڑی تشویشناک ہے!

وزیر خارجہ : تشویشناک؟ یہی نہیں، ابھی ابھی دو حکومتوں نے الٹی میٹم دے دیا ہے، فوجیں جمع کر رہے ہیں، باقی الٹی میٹم آرہے ہوں گے، ہمیں فوراً کچھ کرنا چاہیئے +

جرنیل : بالکل،

انیٹہ : کیا اسی وقت اطلاع کرنا ضروری ہے؟

جرنیل : ہاں اسی وقت +

انیٹہ : پال......

پال : میرا خیال ہے میں کہوں تو بہتر ہو گا +

جرنیل : فضول، میں خود کہوں گا +

وزیر خارجہ: میرا فرض ہے انہیں آپ جا کے اطلاع دوں +

پال : بہتر یہ ہے آپ مجھ پہ چھوڑ دیں ✦

جرنیل : میں اپنے کام کو بہتر سمجھتا ہوں، آپ کی ہدایت کی ضرورت نہیں ✦

وزیرِخارجہ : سوچتے نہیں کتنا اہم ملکی معاملہ ہے، ہمارا مارشل سے ملنا لازمی ہے ✦

پال : آپ نہیں مل سکتے ✦

جرنیل : ہمیں ضرور ملنا ہے ✦

پال : ناممکن ✦

وزیرِخارجہ : کیوں ؟

(مارشل دروازے میں آجاتا ہے، حواس باختہ معلوم ہوتا ہے، جرنیل اور وزیرِخارجہ کی موجودگی کا اُسے احساس نہیں، یہ لوگ آگے بڑھتے ہیں)

جرنیل : یوئر ایکسیلنسی !

مارشل : کیا ہے ؟ چلے جاؤ !

(کچھ دیر تک جرنیل اور وزیرِخارجہ دونوں مبہوت کھڑے اُسے دیکھتے ہیں، پھر پال ان کی طرف جاتا ہے)

پال : آپ تشریف لے جائیں میں انہیں کہہ دوں گا ✦

(دونوں باہر جاتے ہیں)

مارشل : میرا خیال نہ کرو

(میز کی طرف جاتا ہے)

(اینٹہ اس کی طرف بڑھنا چاہتی ہے پال اشارے سے روک دیتا ہے)

پال : یوئر ایکسلنسی! جنگ کی خبر ہے +

مارشل : چلے جاؤ یہاں سے، سب چلے جاؤ!

پال : یوئر ایکسلنسی! بُری خبر آئی ہے +

(مارشل ایک لمحہ کے لئے اُسے دیکھتا ہے پھر رفتہ رفتہ اپنا خیال بھلا کر معاملے کی اہمیت کو سمجھتا ہے)

مارشل : کیا کہا، بُری خبر ہے، دکھاؤ مجھے (میز پہ بیٹھ جاتا ہے) بلاؤ اسے .... نہیں نہیں، کسی کو نہیں بلانا، میں لکھ کر حکم دوں گا، (کچھ لکھتا ہے) اور فوجیں بلالو،

پال : (کاغذ لے کر) بجا ہے، یوئر ایکسلنسی! (پال کو ایک کاغذ دیتا ہے)

(مارشل اتنے زور اور اتنے عزم سے لکھتا ہے کہ پنسل ٹوٹ جاتی ہے پال دوسری پنسل اٹھا کر دیتا ہے، مارشل اپنی ہدایات لکھ کر ختم کرتا ہے)

مارشل : (پال کو کاغذ دیتے ہوئے) یہ ہدایات ہوا بازوں کے لئے ہیں +

پال : (کاغذ لے کر) بجا ہے یوئر ایکسلنسی!

مارشل : اور یہ ..... (بے تابی سے کچھ چیز کاٹتا ہے) نہیں یہ ٹھیک نہیں، (ایک کاغذ پھاڑتا ہے اور اسے ہاتھ میں مروڑ کر ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتا ہے دوبارہ لکھنے لگتا ہے اور لکھتے لکھتے رک جاتا ہے) نہیں ذرا ٹھہرو، سوچنے دو،

(کچھ وقفے کے بعد اس کا سر آہستہ آہستہ میز پر جھک جاتا ہے پال اینٹہ کی طرف

بیچارگی کے عالم میں دیکھتا ہے، دونوں کو کچھ نہیں سوجھتا) اوہ میرے اللہ

پال : (ظاہری اطمینان سے) یور ایکسلنسی! کوئی اور بات؟

مارشل : (سر اٹھا کر) ہاں پال گھبراؤ نہیں،

(وہ اٹھتا ہے اور باوجود کوشش کے اس کے پاؤں لڑکھڑاتے ہیں اور وہ کمرے کے وسط پہنچ جاتا ہے)

حکم یہ ہے کل ..... میں خود فوج کی کمان کروں گا اور دشمن کے مقابلے میں جاؤں گا، تمام نقل و حرکت میرے ہاتھ میں ہوگی .... سمجھتے ہو؟ یہ میرا فرض ہے نا .... لڑائی جیتوں گا اور جیتنے کے بعد فوجوں کی کمان کرتے ہوئے دشمن کے ملک میں جاؤں گا، اور تباہ کئے ہوئے علاقوں کو دیکھ کر دل ہی دل میں کہونگا۔ "یہاں کبھی شہر آباد تھا" اور پھر آگے نکل جاؤں گا..... گھوڑے پر سوار، ہاں اسی طرح چلتا جاؤنگا۔ یہاں تک کہ میرے جسم کا سارا گوشت گر جائے اور صرف ہڈیاں رہ جائیں..... لیکن میری آنکھیں دیکھ رہی ہوں گی۔ فوج کی کمان کرتا چلا جاؤں گا، ہڈیوں کا پنجر، سفید گھوڑے پر سوار، اور لوگ مجھے دیکھ کر نعرے لگائینگے "مارشل زندہ باد" "زندہ باد مارشل"

(ابینٹہ اپنے آنسو نہیں روک سکتی دونو ہاتھ سے منہ چھپا لیتی ہے)

پال : مارشل ایسی باتیں نہ کیجئے۔

(مارشل ذرا ہوش میں آتا ہے اور پال سے خطاب کرکے کہتا ہے۔ اس کی آواز کا انداز تذرے متین، اور واضح ہوتا جاتا ہے)

مارشل : ہاں پال گھبراؤ نہیں کل خود فوج کی کمان کروں گا، آرام سے جرنیلوں میں بیٹھ کر نہیں، انہیں مجھ سے بدبو آئے گی، میں سپاہیوں کے صفوں میں جاؤں گا۔ خود میدان جنگ میں لڑوں گا، ہاتھ میں تلوار لئے ہوئے، نعرے لگاتے ہوئے، شاباش بہادرو، میرے پیچھے بڑھو آج وہ کچھ کر دکھاؤ کہ یادگار رہے، وہ جان توڑ کر لڑیں گے، وہ میرے لئے لڑائی جیت لیں گے (ایک لمحے کے لئے بے قابو ہوجاتا ہے) شاباش بہادرو، سنگینیں چڑھالو، حملہ کرو، بڑھو، شاباش ہم جیت گئے ہم...... جی...... ت (دفعتہً اس کی طاقت جواب دے جاتی ہے اور وہ سینے پر ہاتھ رکھ لیتا ہے) اینٹہ اینٹہ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ ڈر لگ رہا ہے۔

(اینٹہ اس کی طرف جاتی ہے اور اس طرح باتیں کرتی ہے۔ جیسے بچے کو سمجھا رہی ہے)

اینٹہ : ابا آرام کرو بیٹھ جاؤ ان باتوں کو بھلا دینے کی کوشش کرو

(مارشل اس کا سہارا لے کر آرام کرسی پر بیٹھ جاتا ہے)

مارشل : ہاں مجھے بھلا دینا چاہئے ورنہ میں ...... پتہ ہے میں نے کیا دیکھا ؟ ایک آدمی تھا ...... بوڑھا سپاہی میرے سامنے آیا اور سلام کرنے لگا اور اس نے ہاتھ اٹھایا تو......

اوہ ...... (خوف زدہ ہو کر) اوہ میرے اللہ !

(پال اینٹہ کی طرف دیکھتا ہے، وہ اشارہ کرتی ہے پال ٹیلیفون کی طرف بڑھتا ہے اور جلدی سے ٹیلیفون کی کتاب کو دیکھتا ہے)

اینٹہ : (باپ کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے) ابّا جان، آپ آرام کریں، کیا فکر کیا ہے ہم آپ کے پاس ہیں، آپ ابھی اچھے ہو جائیں گے ہم جو کہتے ہیں، آپ ہماری خاطر اچھے ہو جائیں گے۔ ہو جائینگے نا ابّا جان !

مارشل : ہاں ...... ہاں ہو جاؤں گا ...... کاش میں سال بھر زندہ رہتا، چھ مہینے زندہ رہتا، فتح یقیناً ہماری تھی۔

(پال ٹیلیفون گھماتا ہے اور کچھ دیر منتظر رہتا ہے)

پال : (ٹیلیفون پر) ہیلو ! ڈاکٹر گیلن ہیں ؟ میں پال کرگ بول رہا ہوں ...... پال کرگ ...... دیکھئے ڈاکٹر صاحب ! فوراً مارشل کے پاس پہنچئے ...... ہاں میں جانتا ہوں ...... مجھے آپ کی شرط کا پتہ ہے، ...... جی میں ابھی اُن سے بات کرتا ہوں

(ٹیلیفون پر ہاتھ رکھ دیتا ہے)

مارشل : (جوش میں کھڑے ہو کر) جنگ جاری رہیگی، کاش میں چھ مہینے اور زندہ رہتا، پال کیا تم پاگل ہو گئے ہو، ہم لڑیں گے، ہم حق پر ہیں ◆

اینٹہ : نہیں اتا ہم حق پہ نہیں ہیں ◆

(مارشل کچھ دیر اس کی طرف خموشی سے دیکھتا ہے)

مارشل : بیٹی ٹھیک کہتی ہو...... لیکن ہمیں لڑائی ضرور جیتنا ہے، یہ میرا معاملہ نہیں قوم کا معاملہ ہے،...... چھوڑ دو اسے میں ملک کی خاطر جان دینے کو تیار ہوں ◆

(پال میز کی طرف ہٹ کر ٹیلیفون اینٹہ کے حوالے کر دیتا ہے اور خود مارشل کے پاس جاتا ہے)

پال : آپ تیار سہی لیکن ہمارا کیا ہو گا ؟

مارشل : بیٹا ! آخر ایک دن بہر حال مرنا ہے ◆

پال : لیکن ملک میں اس وقت ہے کون ؟ جو آپ کی جگہ لے سکے آپ ہی تو ہیں اور خدانخواستہ آپ رخصت ہو گئے تو قوم پر وہ مصیبت آئے گی کہ شاید اسے خدا بھی نہ بچا سکے،

مارشل : ٹھیک کہتے ہو، اس وقت مجھے قوم کو دغا نہ دینا چاہئے ، مرنے سے پہلے لڑائی جیت کے رہوں گا ◆

پال : لیکن لڑائی کے بعد بھی تو آپ کی ضرورت ہے ◆

مارشل : میرے خدا تو نے یہ مجھ سے کیا کیا ؟ میں کیا کروں ؟

ابنٹہ : (ٹیلیفون اٹھاکر) ڈاکٹر صاحب، دیکھئے آپ فوراً میرے ابا جان کے پاس پہنچئے!...... آپ جو شرط بھی کہیں وہ مان لینگے.... نہیں، ابھی انہوں نے کہا لیکن اس کے سوا چارہ نہیں.... ہاں میں ابھی انہیں بتا دیتی ہوں، (ٹیلیفون پہ ہاتھ رکھ کر) ابا جان! آپ صرف ایک لفظ کہہ دیں ٭

مارشل : رکھ دو ٹیلیفون

پال : (آرام سے) یوئر ایکسلنسی آپ کو ماننا ہی ہو گا۔ اور چارہ بھی کیا ہے ٭

مارشل : مان جاؤں اور صلح کر کے اپنے آپ کو ذلیل کر لوں ؟ ہار مان لوں ؟

پال : جی

مارشل : اور ملک کو ذلیل کروں، اپنی جان کی خاطر ؟

پال : جی ہاں، آپ لیڈر نہ رہیں لیکن آپ کو یہ تو تسلی ہو گی کہ ملک میں امن ہے ٭

مارشل : ایسی صلح کوئی اور کرتا ہے تو کرے میں نہیں کروں گا، میں لیڈری چھوڑ دوں گا، مجھے لیڈری کی ضرورت نہیں ٭

پال : یوئر ایکسلنسی! آپ کے سوا اور کوئی صلح نہیں کر سکتا ٭

مارشل : یہ کیسے ؟

پال : کوئی اور کوشش کرے گا تو ملک میں فساد ہو جائے گا،

صرف آپ ہی فوجوں کو واپس بلا سکتے ہیں +

مارشل : اگر قوم میں اتفاق نہیں ہے تو اسے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں

پال : لیکن آپ اس کو کیسے گوارہ کر لیں گے +

مارشل : تو میں وہی کرونگا جو ایسے موقع پر ایک افسر کو کرنا چاہیئے '

(مارشل دروازے کی طرف جانا چاہتا ہے لیکن پال درمیان میں حائل ہو جاتا ہے)

پال : نہیں ' آپ یہ نہیں کر سکتے +

مارشل : کیا مجھے اپنی زندگی پہ اتنا بھی اختیار نہیں ؟

پال : نہیں۔ یوئر ایکسلنسی آپکی زندگی قوم کی ملکیت ہے آپ کو جنگ کا خاتمہ کرنا ہی پڑیگا +

مارشل : (بیٹی سے خطاب کر کے) انیٹہ ! یہ شخص ضرورت سے زیادہ معقول ہے ' دنیا میں اس سے کوئی بڑا کام نہ ہو سکے گا +

انیٹہ : (ٹیلیفون مارشل کو دیکر) ابا جان ! آپ تو مان گئے نا '

مارشل : نہیں نہیں یہ نہیں ہو سکتا '

انیٹہ : خدا کیلئے میں التجا کرتی ہوں ملک کیخاطر ملک کے ہزاروں مریضوں کیخاطر '

مارشل : ہاں میرے جیسے اور بھی ہیں نا ؟ ہماری تعداد لاکھوں کی ہے مجھے اپنی صفوں میں دیکھ کر جانتے ہو ' باقی کیا کہینگے ؛ دیکھو دیکھو مارشل بھی ہم میں آگیا ہے اب وہ ایک بہادر قوم کا لیڈر نہیں ہم سب کوڑھیوں کا مارشل ہے ' اب وہ گلے سڑے جسموں کی فوج کا سردار ہے ' ہٹ جاؤ ہمارے راستے سے ہم دنیا پہ کوچ کیا

چاہتے ہیں، دنیا کو فتح کیا چاہتے ہیں، کیونکہ ہم حق پر ہیں (ٹیلیفون لیکر) ہمارا مطالبہ صرف یہ ہے کہ ہم پر رحم کرو، ڈاکٹر صاحب ہیں مارشل ہوں،.... ہاں.... ہاں.... مجھے منظور ہے.... جی،

(ٹیلیفون رکھ کر اینٹہ اور رپال سے خطاب کرتا ہے) ابھی آتا ہے،

اینٹہ : اللہ تیرا لاکھ شکر ہے (وہ اپنے آنسو نہیں روک سکتی)

مارشل : (اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے) رو نہیں بیٹی۔ اب صلح ہو جائیگی اور ہم دونوں کہیں چلے جائیں گے، کہیں دور چلے جائیں گے +

اینٹہ : ہاں جب آپ کو بالکل صحت ہو جائے گی،

مارشل : (اپنے لکھے ہوئے حکم اٹھاتا ہے اور انہیں دیکھکر پھاڑ ڈالتا ہے) افسوس کیا شاندار جنگ ہوتی! ختم ہو گئی +

اینٹہ : اب غالباً پھر کبھی جنگ نہ ہوگی...؟ جب آپ فوج کو برخاست کرینگے

مارشل : ہاں بیٹی کس ٹھاٹھ کی فوج تھی، میں نے اُسے بیس سال میں تیار کیا تھا،

پال : اب آپ صلح کرلیں اور لوگوں سے کہدیں، میں نے جو کچھ کیا ہے اللہ کے حکم سے کیا ہے +

مارشل : اللہ کے حکم سے ؟ کاش مجھے یقین ہوتا خدا یہی چاہتا ہے، پھر تو تو یہ ایک فرض ہو جاتا +

اینٹہ : اور کتنا شاندار فرض !

مارشل : لیکن بہت مشکل اور دقت طلب مگر جس انسان کا زندگی میں کوئی مقصد ہو وہ سب کچھ برداشت کرسکتا ہے..... (اپنے آپ کو صلح......

خدا چاہتا ہے، وہ چاہتا ہے میں صلح کر لوں، (اینٹہ سے) اینٹہ بیٹی کہو، یہ الفاظ پھر دہراؤ، میں ان کی آواز سننا چاہتا ہوں +

اینٹہ : ایا خدا صلح چاہتا ہے،

مارشل: ہاں الفاظ بھلے معلوم ہوتے ہیں اور امن نہایت شاندار فرض ہے نا۔ اینٹہ ؟ سنو اوّل تو دنیا سے سفید وبا کا نام مٹ جائیگا۔ یہی کامیابی کیا کم ہے ! دنیا والے چین سے رہیں گے، ترقی کرینگے اور ہماری قوم سب سے آگے ہوگی، ہاں یہ کام بہت مشکل ہے اور دقت طلب، لیکن خدا یہی چاہتا ہے، یہ کام میرے سپرد ہوا ہے (بیتابی سے) وہ ڈاکٹر کہاں ہے ؟ ابھی نہیں آیا ؟

پردہ

تیسرا منظر

گزشتہ منظر کے فوراً بعد

مارشل کے مکان کے پاس ایک بازار میں

لوگ جھنڈے اور جھنڈیاں سئے بازار میں گھوم رہے ہیں، گیت گا رہے ہیں اور "مارشل زندہ باد" مارشل زندہ باد" کے نعرے لگا رہے ہیں +

اس گروہ کا سردار وہی لڑکا ہے جسے ہم نے پہلے ایکٹ کے تیسرے منظر میں دیکھا تھا وہ انہیں ابھار رہا ہے،

لڑکا : سب ملکر ایک آواز سے کہو، "مارشل زندہ باد" (لوگ نعرے لگاتے ہیں)

لوگ : مارشل! مارشل!

لڑکا : "مارشل زندہ باد"

(لوگوں میں بے حد جوش پھیلا ہُوا ہے اس موقعہ پر ایک موٹر کی آواز سنائی دیتی ہے جو ہجوم میں گزرنا چاہتی ہے گیلن آتا ہے اس کے ہاتھ میں دوائیوں کا تھیلا ہے)

گیلن : مجھے پیدل جانا پڑیگا، ایک ضروری کام ہے، براہ مہربانی مجھے راستہ دیجئے دیکھئے مجھے گزرنے دیجئے کوئی میرا انتظار کر رہا ہے (لوگ نہیں ہٹتے) بے حد ضروری کام ہے، (لوگ خاموش ہو جاتے ہیں)

لڑکا : (گیلن کو کوٹ سے پکڑ کر) نہیں تم نہیں جا سکتے، کہاں جا رہے ہو، یوں بچ کے نہیں جا سکتے، ہمارے ساتھ چلو، چلو! چلو! نعرہ لگاؤ "مارشل زندہ باد" مارشل کی جے جنگ

گیلن : یہ میں نہیں کر سکتا،

لڑکا : (سختی سے) تم نہیں کر سکتے، کیوں ؟

گیلن : میں جنگ کا نعرہ نہیں لگا سکتا۔

لڑکا : کیوں نہیں۔

گیلن : میں جنگ کے خلاف ہوں۔

(لوگوں کو پہلے تعجب سا ہوتا ہے پھر غضب میں آ کر اس پر لپکتے ہیں)

لوگ : کیا کہا؟ یہ بزدل ہے، نامرد ہے، پکڑ لو اُسے۔

گیلن : (زور سے بولتا ہے تاکہ لوگ سُن سکیں) بھئی سنو، تم کو صلح کا تقاضا کرنا چاہیئے

(لوگ اسے پکڑ لیتے ہیں وہ نکلنے کی کوشش کرتا ہے)

چھوڑ دو، مجھے جانے دو، میں مارشل کے پاس جا رہا ہوں،

لوگ : بھاگنے کی فکر میں ہے! پکڑ لو اسے، جانے نہ پائے، ہماری توہین ہے،

.... مارشل کی توہین ہے .... کھال کھینچ لو..... مار ڈالو'

(لوگ چیختے ہوئے اس پر چھپٹ پڑتے ہیں' کشمکش پیدا ہو جاتی ہے ایک کہرام مچ جاتا ہے' گیلن گر پڑتا ہے اور لوگوں میں غائب ہو جاتا ہے' اور لوگوں کے پاؤں تلے کچلا جاتا ہے' لوگ اسکا تھیلا لیکر اسکے پرخچے اڑا دیتے ہیں' چند منٹوں میں ہجوم منتشر ہو جاتا ہے اور گیلن زمین پہ بیہوش پڑا نظر آتا ہے اس کے پاس دوائیوں کی شیشیاں بکھری ہوئی ہیں ایک شخص آگے بڑھتا ہے اور اُسے جھک کر دیکھتا ہے' لڑکا گیلن کے پاس جاکر اُسے پاؤں سے ٹھکراتا ہے)

لڑکا : اٹھو' چلے جاؤ یہاں سے' ورنہ ———

ایک شخص: (جھکے ہوئے) ارے چھوڑو' یہ تو ختم ہو چکا ہے +

لڑکا : تو کیا ہے! خس کم جہاں پاک (ہجوم سے خطاب کرکے) "مارشل زندہ باد"

(لوگ زور سے نعرے لگاتے ہیں' ۔۔ کا گیلن کے تھیلے اور بکھری ہوئی شیشیوں کو اٹھا کر دیکھتا ہے)

ہیں! یہ کیا ہے ہم ۔ کوئی ڈاکٹر واکٹر ہوگا۔ کیا ہُوا! (شیشیوں کو پاؤں میں کچلتے ہوئے) ایسوں کا یہی انجام ہونا چاہیئے (نعرہ لگاکر) جنگ! جنگ!! مارشل زندہ باد"

(ہجوم جوش میں آگے بڑھتا ہے)

لوگ ۔ "مارشل زندہ باد" "مارشل زندہ باد"

(نعروں کے درمیان پردہ گرتا ہے)

پردہ